شعبۂ
تعمیر و ترقی
دار العلوم ندوۃ العلماء
لکھنؤ

تعمیرِ حیات لکھنؤ

پندرہ روزہ

۲۳ شعبان سنہ ۱۳۸۳ھ مطابق ۱۰ جنوری ۱۹۶۴ء

ایڈیٹر سید محمد الحسنی
معاون سعید الاعظمی ندوی

مسجد نبوی کا ایک حسین اور نو تعمیر منارہ جو نئی عمارتوں کے درمیان نظر آرہا ہے

اخلاص، جذبۂ قربانی اور جوہر ذاتی
فارغ ہونے والے طلبہ کی سالانہ تقریب میں
مولانا سید ابوالحسن علی ندوی کی تقریر
رمضان المبارک کے فضائل و برکات
کلام خیر الانام

سالانہ چندہ ۵ روپئے

TAMEER-E-HAYAT
DARULULOOM ADWATULULAMA LUcKNOW (INDIA)

دار العلوم ندوۃ العلماء کا تیار کردہ نصاب

قصص النبیین للاطفال (عربی)

از: مولانا ابوالحسن علی ندوی

اس کتاب میں ایک طرف زبان کی تعلیم کے جدید اصول اور ماہرین تعلیم و نفسیات کے تجربات کا لحاظ رکھا گیا ہے کہ یہ کتاب عربی زبان کی تعلیم کا بہترین اور سہل ترین ذریعہ بنگئی ہے، دوسری طرف انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور قصوں کو اس پیرایہ اسلوب میں پیش کیا گیا ہے کہ اسلام کے بنیادی اصول خود بخود طلباء کے ذہن نشین ہوتے چلے جاتے ہیں، اس سلسلہ کو ممالک عربیہ میں بڑی قدر کی نگاہوں سے دیکھا گیا ہے!

قیمت حصہ اول ۷۵/، حصہ دوم ۷۵/، حصہ سوم ۱/۷۵

تمرین الصرف ○ تمرین النحو

جب ہمارے مدارس میں کم عمر کے طلبہ داخل ہونے لگے ہیں، پڑھانیوالوں کو اسکا احساس ہونے لگا ہے کہ صرف و نحو کی پرانی کتابیں انکے سن و سال، ذہن و طبیعت کیساتھ مناسبت نہیں رکھتیں، دار العلوم نے اسی بات کے پیش نظر بچوں کیلئے صرف و نحو کا نیا نصاب تب ترتیب دینے کا کام شروع کردیا ہے اور اسکی دو کتابیں تمرین الصرف و تمرین النحو طبع ہو چکی ہیں، یہ نصاب دار العلوم کے فضلاء مولانا محمد مصطفٰے ندوی، مولانا عبدالماجد ندوی، مولانا معین اللہ ندوی نے مرتب کیا ہے۔

قیمت بالترتیب ۸ ؍، ۸ ؍

مکتبہ دار العلوم کی دوسری مطبوعات

جزیرۃ العرب

از مولانا محمد رابع ندوی، استاذ دار العلوم ندوۃ العلماء

یہ دو جغرافیہ کی کوئی خشک کتاب نہیں بلکہ اس میں سیرت و تاریخ کو ملحوظ نظر رکھا گیا ہے اسکی وجہ سے ہر جگہ کی تاریخی اہمیت کیساتھ اسکی دینی اور ادبی اہمیت بھی سامنے آجاتی ہے۔ اس سلسلہ میں قدیم و جدید ماخذ سے استفادہ کیا گیا، اہم مقامات کے قدیم بساتھ جدید نام بھی بتائے گئے ہیں اور جگہ جگہ نقشے بھی دیئے گئے ہیں، اسکا تذکرہ مالک عربی ہے کہ اچھا اضافہ کیا ہے، دار العلوم کے نصاب میں بھی داخل ہے اپنے موضوع کی واحد کتاب۔

قیمت ۵ روپیہ

تذکرہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی

از مولانا ابوالحسن علی حسنی ندوی

چودھویں صدی ہجری کے مشہور و مقبول بزرگ و عالم، اویس زمانہ حضرت مولانا فضل رحمٰن گنج مرادآبادی کی سوانح حیات، حالات، ارشادات و ملفوظات، جو دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہتے اور صاف معلوم ہوتا ہے کہ تصوف، شریعت سے علیحدہ کوئی چیز نہیں بلکہ عین شریعت کی روح ہے، وہ حضرات جو درد و محبت کے جویا اور یقین کے طالب ہیں ان کیلئے یہ کتاب بیش قیمت تحفہ ہے۔

قیمت عہ

دہلی اور اسکے اطراف

از مولانا حکیم سید عبدالحی رح
سابق ناظم ندوۃ العلماء

یہ مصنف رحمۃ اللہ علیہ کا ایک سفرنامہ اور روزنامہ ہے جو انیسویں صدی کے اخیر میں لکھا گیا تھا اس سفرنامہ سے اندازہ ہوگا کہ گذشتہ صدی کے علماء کس ثقافت اور علم کے حامل تھے اور ان کا مطالعہ کتنا وسیع، متنوع اور پختہ تھا، آپ کو اس سفرنامہ میں شعر و سخن کا ذوق سلیم، گہری تاریخی واقفیت، سلاسل تصوف اور انکی شاخوں اور قسموں پر اطلاع، متقدمین کی تصنیفات اور کتابوں سے آگاہی اور ان کے مسلک اور عہد کے نشانات جابجا ملیں گے۔ قیمت مجلد ۲ روپیہ

ESTD. 1903
قدرتی تیل

نتائج امتحان سالانہ درجات ثانوی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ بابتہ سال ۶۴-۱۹۶۳ء ۱۳۸۳ھ

افتخار حسین قدوائی منصرم دار العلوم

دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں امتحانات سالانہ ۱۱ دسمبر ۱۹۶۳ء سے شروع ہوگئے۔ درجات ابتدائی سے لیکر درجہ سوم عربی اور خصوصی اول کے امتحانات ۱۹ دسمبر ۶۳ء کو ختم ہو چکے ہیں جن کے نتائج مندرجہ ذیل ہیں بقیہ درجات کے امتحان ۲۲ دسمبر ہو رہے ہیں

درجہ	نمبر	طالب علم کا نام	نتیجہ	کیفیت
اعدادیہ	۱	ابو مظفر عالم	پاس اول	۱
〃	۲	مخدوم احمد	〃 〃	۲
〃	۳	عبد اللہ شاہ کلی	〃 〃	۳
〃	۴	محمد یونس خاں	〃 〃	۴
	۵	محمد شفیع خاں	〃 〃	۵
〃	۶	عبد الحی	پاس دوم	۶
〃	۷	آفتاب احمد	〃 〃	۷
〃	۸	خالد بیگ	〃	۸
〃	۹	نسیم احمد بمبئی	〃 〃	۹
〃	۱۰	عبد الحمید	〃 〃	۱۰
〃	۱۱	سید محمد اسامہ	〃 〃	۱۱
〃	۱۲	حسین احمد اعظمی	〃 〃	۱۲
〃	۱۳	عبد الستار	پاس سوم	۱۳
〃	۱۴	امام الہدیٰ	ضمنی	حساب
〃	۱۵	رکن الدین	〃	حساب، تجوید
〃	۱۶	محمد نعیم	فیل	
اول	۱	عبد الولی صدیقی	پاس اول	۱
〃	۲	فرید احمد	〃 دوم	۲
〃	۳	مرغوب احمد	〃 〃	۳
〃	۴	محفوظ الرحمن خاں	〃 〃	۴
〃	۵	وحید احمد	〃 〃	۵
〃	۶	محمد شفیق نمبر ۱	〃 سوم	۶
〃	۷	سید عبد الرشید نمبر ۱	ضمنی	تمرین النحو، حساب
〃	۸	احمد علی	〃	〃 〃
〃	۹	محمد شکیل	〃	فصول اکبری 〃
〃	۱۰	نجم الدین بلیاوی	〃	〃 〃
〃	۱۱	سید عبد الحمید	〃	〃 〃
〃	۱۲	مشتاق علی	〃	المحادثۃ العربیہ
〃	۱۳	سلیم احمد	〃	فصول اکبری 〃
〃	۱۴	اسرار الحسن	〃	حساب
〃	۱۵	ضیاء الدین احمد	〃	〃
〃	۱۶	محمد عباس	〃	〃
〃	۱۷	محمد ادریس نمبر ۲	〃	〃
〃	۱۸	[illegible]	〃	〃

درجہ	نمبر	طالب علم کا نام	نتیجہ	کیفیت
اول	۱۹	سعید احمد	ضمنی	حساب
〃	۲۰	محمد امین افریقی	〃	المحادثۃ العربیہ
〃	۲۱	محمد ابراہیم	〃	حساب
〃	۲۲	سید ظفر الحسن	〃	〃
〃	۲۳	حفیظ اللہ	〃	〃
〃	۲۴	محمد ظہیر	〃	〃
〃	۲۵	شمشاد علی	〃	〃
〃	۲۶	ابو الکلام	〃	〃
〃	۲۷	محمد فخر الدین	〃	〃
〃	۲۸	محمد فاروق	〃	〃
〃	۲۹	محمد کلیم اللہ	〃	〃
〃	۳۰	محمد افسر	〃	〃
〃	۳۱	محمد عیسیٰ	〃	〃
〃	۳۲	عظمت اللہ	〃	〃
〃	۳۳	محمد شفیق نمبر ۲	〃	〃
〃	۳۴	ابو ظفر	〃	
〃	۳۵	محمد نصیر	فیل	
〃	۳۶	رزین احمد	〃	
دوم الف	۱	محمد اظہر سلطانپوری	پاس اول	۱
〃	۲	محمد ہارون بمبئی	〃 〃	۲
〃	۳	محمد عمر	〃 〃	۳
〃	۴	غلام احمد جیلانی	〃 〃	۴
〃	۵	محمد زین الدین	〃 دوم	۵
〃	۶	عقیل احمد	〃 〃	۶
〃	۷	ضیاء الحق لاری	〃 〃	۷
〃	۸	عبد الستار	〃 〃	۸
	۹	نیپالی	〃 〃	۹
〃	۱۰	[illegible]	〃 〃	۱۰
〃	۱۱	محمد جمیل خاں	〃 〃	۱۱
〃	۱۲	محمد ابراہیم	〃 سوم	۱۲
〃	۱۳	ایوب بن ابراہیم	〃 〃	۱۳
〃	۱۴	محمد صالح	〃 〃	۱۴
〃	۱۵	فرید خاں		۱۵
〃	۱۶	نخشب الہدیٰ	〃 〃	۱۶
〃	۱۷	سید طیب حسن	〃 〃	۱۷

درجہ	نمبر	طالب علم کا نام	نتیجہ	کیفیت
دوم الف	۱۸	سید محمد امین	پاس سوم	۱۸
〃	۱۹	فضل الرحمن	ترقی	
〃	۲۰	محمد مصطفیٰ	ضمنی	انشاء، محاورہ
〃	۲۱	عبد السمیع	〃	〃 〃
〃	۲۲	محمد اسلم	〃	کتاب النحو
دوم ب	۱	خالد مسعود	پاس اول	نمبر ۱
〃	۲	ابو الوسیع نجم اللہ	〃 دوم	۲
〃	۳	محمد غیاث صدیقی	〃 〃	۳
〃	۴	سید محمد حسین	〃 〃	۴
〃	۵	امتیاز احمد	〃 〃	۵
〃	۶	عبد اللہ گجراتی	〃 〃	۶
〃	۷	عبد اللہ بمبئی	〃 〃	۷
〃	۸	حبیب الرحمن	〃 سوم	۸
〃	۹	سلیم احمد	〃 〃	۹
〃	۱۰	عبد الصمد	〃 〃	۱۰
〃	۱۱	افتخار جمیل	〃 〃	۱۱
〃	۱۲	ظفر الاسلام	〃 〃	۱۲
〃	۱۳	عبد الحق بمبئی	〃 〃	۱۳
〃	۱۴	محمد اظہر اعظمی	〃 〃	۱۴
〃	۱۵	طارق بیگ	〃 〃	۱۵
〃	۱۶	افتخار علی	ترقی	
〃	۱۷	محمد شاہد	〃	
〃	۱۸	محمد وحید	〃	
〃	۱۹	سید سعید الظفر	ضمنی	کتاب النحو
〃	۲۰	محمد خلیل اللہ	〃	〃
〃	۲۱	سید عبد العزیز	〃	کتاب الصرف
〃	۲۲	عبد الخالق	〃	〃 〃
	۲۳	نفیس محمود خطیب	〃	〃
سوم	۱	ابو بکر سورتی	پاس اول	۱
〃	۲	عبد الجبار	〃 〃	۲
〃	۳	عبد السلام	〃 〃	۳
〃	۴	احمد اشرف	〃 دوم	۴
〃	۵	ادریس بمبئی	〃 〃	۵
〃	۶	علی احمد	〃 〃	۶

درجہ	نمبر	طالب علم کا نام	نتیجہ	کیفیت
سوم	۷	وصی احمد	پاس دوم	۷
〃	۸	محمد وسیم	〃 〃	۸
〃	۹	محمد علی نیپالی	〃 〃	۹
〃	۱۰	علی مظہر نشتر	〃 〃	۱۰
〃	۱۱	محفوظ الرحمن	〃 〃	۱۱
〃	۱۲	اظہار حسین	〃 〃	۱۲
〃	۱۳	سلیمان گجراتی	〃 〃	۱۳
〃	۱۴	نور الہدیٰ	〃 〃	۱۴
〃	۱۵	محمد سلیمان پورنیہ	〃 〃	۱۵
〃	۱۶	سعید الاسلام	〃 〃	۱۶
〃	۱۷	محمد صادق	〃 〃	۱۷
〃	۱۸	سید حمزہ	〃 〃	۱۸
〃	۱۹	محمد اقبال	〃 〃	۱۹
〃	۲۰	محمد یٰسین نیپالی	〃 〃	۲۰
〃	۲۱	محمد نعمان احمد	〃 〃	۲۱
〃	۲۲	محمد عباس	〃 〃	۲۲
〃	۲۳	اقبال احمد بلیاوی	〃 〃	۲۳
〃	۲۴	فیاض علی	〃 〃	۲۴
〃	۲۵	کلیم اللہ بیگ	〃 〃	۲۵
〃	۲۶	محمد شکور خاں	〃 سوم	۲۶
〃	۲۷	محمد ہارون دیوریا	〃 〃	۲۷
〃	۲۸	محمد حسان	〃 〃	۲۸
〃	۲۹	منظور الاسلام	〃 〃	۲۹
〃	۳۰	خلیل الرحمن	ترقی	
〃	۳۱	محمد سعید کانپوری	〃	
〃	۳۲	سید شکیل احمد	〃	
〃	۳۳	یٰسین	〃	
〃	۳۴	محمد انور	〃	
〃	۳۵	عبد الستار بمبئی	فیل	
〃	۳۶	عقیل الرحمن	〃	
〃	۳۷	محمد یٰسین بمبئی	〃	
〃	۳۸	محی الدین اعظم پوری	ضمنی	کلیلہ دمنہ
〃	۳۹	شاہد محمد رضوان	〃	شذا العرف
〃	۴۰	شکیل احمد	〃	〃
〃	۴۱	سلمان الدین	〃	ہدایۃ النحو
〃	۴۲	اشرف خاں	〃	القراءۃ الراشدۃ
〃	۴۳	یحییٰ محمد بن سلو	〃	کلیلہ دمنہ
〃	۴۴	محمد علاء الدین	〃	شذا العرف و انشاء

بقیہ ص ۱۵ پر دیکھیے۔

مجلس مشاورت

مولانا محمد اویس ندوی، شیخ التفسیر دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد اسحاق ندوی، استاذ حدیث دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا ابو العرفان ندوی، قائم مقام مہتمم دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا معین اللہ ندوی، ناظر شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء
مولانا محمد رابع ندوی، ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء

فی کاپی ۵ نئے پیسے

ترسیل زر و انتظامی امور کے لئے پتہ
منیجر "تعمیر حیات" شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مضامین وغیرہ کے لئے خط و کتابت اس پتہ پر کی جائے
اسسٹنٹ ایڈیٹر "تعمیر حیات" شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

قابلِ توجہ

تعمیر حیات کی قیمت لاگت سے بہت کم رکھی گئی ہے
تاکہ زیادہ سے زیادہ حضرات مستفید ہو سکیں،
اس لئے
اہل استطاعت حضرات سے پر زور گذارش ہے کہ حوصلہ مندی سے
عطیات عطا فرما کر دینی لٹریچر کی نشر و اشاعت اور ادارہ کی
اعانت میں حصہ لیں!

معاونین خصوصی سے	200 - 00
معاونین سے	100 - 00 / 50 - 00
اعزازی خریداران سے	25 - 00

عمارت دار العلوم کا عقبی منظر

پندرہ روزہ **تعمیر حیات** لکھنؤ

شعبہ تعمیر و ترقی دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ

جلد ۷ | ۱۰ جنوری ۱۹۶۴ء - ۲۴ شعبان ۱۳۸۳ھ | شمارہ ۵

اس شمارے میں

تعمیر حیات کا مقصد ... ... ایڈیٹر
قرآن کا پیام ... ... مولانا محمد اویس ندوی
کلام خیر الانام ... ... مولانا محمد اسحاق ندوی
ایک عزیز خواہش ... ... سید محمد ثانی حسنی
مردِ مومن ... ... نظم ... ... اقبال
اخلاص، جذبۂ قربانی اور جوہر ذاتی ... ... مولانا سید ابو الحسن علی ندوی
امام ابو حنیفہؒ کی زندگی کا ایک اہم پہلو ... ... حبیب الرحمٰن ندوی
تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ ... ... محمد یونس ندوی نگرامی
نئی کتابیں ... ... محمد اسحاق خاں ندوی
اورنگ زیب کی عدالت ... ... عبید اللہ کوٹی ندوی
ایک تأثر ... ... تسنیم الحسن ندوی
ایک مرد باخدا اور اسکی روشن داستان ... نظم ... عبد المنان نظم
کتب خانہ کی سیر ... ... شاہ محمد شبیر عطا ندوی
سائنس کی دنیا ... ... ترجمہ سید ضیاء الحسن ندوی
ایک ضروری اطلاع ... ... محمد عبد السمیع ندوی
نتائج امتحانات سالانہ دار العلوم ... ... افتخار حسین قدوائی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تعمیرِ حیات کا مقصد

محمد الحسنی

ندوۃ العلماء کے سالانہ جلسے ندوہ کے تعارف اور اس کے بنیادی مقاصد کی اشاعت کا بہترین ذریعہ تھے، ندوہ کے قیام کے فوراً ہی بعد ان جلسوں کی بدولت سارے ملک میں زندگی کی ایک لہر دوڑ گئی تھی اور چند ہی سال کے اندر اس نے مسلمانوں کے ہر طبقہ میں مقبولیت اور ہر دلعزیزی حاصل کر لی تھی، علماء، جدید تعلیم یافتہ طبقہ اور عامۃ المسلمین سب اس سے برملا دلچسپی اور وابستگی کا اظہار کر رہے تھے، مختلف اسباب کی بنا پر رفتہ رفتہ ان جلسوں کی اہمیت کا احساس اور اس کا اہتمام کم ہو تا گیا، شاہجہانپور اور عظیم آباد وغیرہ کے وہ تاریخی جلسے جنھوں نے مسلمانوں کے سامنے ایک بالکل نیا منظر پیش کیا تھا اور جن کے تذکرہ سے آج بھی دلوں میں حرارت اور امنگ پیدا ہونے لگتی ہے، ندوہ کے دار العلوم سے کچھ کم اہم اور ضروری نہ تھے، ان کی بجائے خود بڑی اہمیت تھی اور عام مسلمانوں سے ربط قائم رکھنے، ان کی فکری و دینی رہنمائی اور معاشرتی اصلاح کے کام میں ان سے بڑی مدد مل رہی تھی، افسوس ہے کہ یہ مبارک اور مفید سلسلہ بہت عرصہ سے بند ہے۔

"تعمیر حیات" کے اجرا کا بڑا مقصد یہ ہے کہ یہ بات کسی نہ کسی درجہ میں حاصل ہو سکے اور مسلمانوں کو یاد دلایا جاتا رہے کہ ندوۃ العلماء کس لیے وجود میں آیا، کن مخلصین اہل نظر نے اس کی بنیاد ڈالی، وہ کس بات کا داعی ہے، اس نے اس بدلے ہوئے زمانہ میں کیا تعلیمی نظام اختیار کیا ہے اور اس کے کیا اسباب ہیں، اس نے کس طرح مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی دعوت دی ہے اور اس کا اس میدان میں کیا کردار ہے، اس نے علوم نبوت کی کس طرح ترجمانی و اشاعت کی ہے اور قرآن و حدیث، فقہ اسلامی، سیرت نبوی اور دوسرے اسلامی علوم کی کیا خدمت کی ہے، اس نے عقل و قلب، روح کے تقاضوں اور جائز بشری مطالبات، ایمانی کیفیات اور جدید معلومات کو کس طرح باہم جمع کیا ہے اور ان کے موہوم تضاد کو رفع کیا ہے، وہ جدید تمدنی مسائل میں مسلمانوں کی کس طرح رہنمائی کرنا چاہتا ہے اور مغرب کے چیلنج کا اس کے پاس کیا جواب ہے۔

دعا ہے کہ تعمیر حیات اس اہم مقصد کی تکمیل کا مفید ذریعہ بن سکے اور اس سے دین کی خدمت، اسلام کی حفاظت و اشاعت اور دینی تعلیمی مسائل میں مسلمانوں کی اہم ضروریات کی تکمیل کا کام لیا جا سکے۔

اس سلسلہ میں سب سے بڑا فرض ندوۃ العلماء کے ان فرزندوں، خادموں اور متنبیین پر عائد ہوتا ہے جو تعلیم حاصل کر کے جا چکے ہیں یا ابھی زیر تعلیم ہیں، وہ اگر توجہ کریں اور اس کو اپنا ایک فرض اور اس تعلق و انتساب کا جائز حق اور مطالبہ سمجھیں جو ان کو ندوہ سے ہے تو تھوڑی کوشش سے یہ بڑا کام انجام پا سکتا ہے اور اس کے ثمرات مسلمانوں کے حق میں ظاہر ہو سکتے ہیں، یہ محض کسی خاص طرز فکر، کسی خاص برادری اور حلقہ یا کسی محدود تعلیمی نقطۂ نگاہ کی خدمت نہ ہوگی بلکہ عین اسلام کی خدمت ہوگی۔

قل ان صلاتی ونسکی ومحیای ومماتی للہ رب العالمین
لا شریک لہ وبذلک امرت وانا اول المسلمین

(شاہی پرنٹنگ پریس لکھنؤ)

قرآن کا پیام

رمضان المبارک ـــ فضائل وبرکات

مولانا محمد اویس ندوی

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (البقرة ۱۸۳)
مسلمانو! تم پر روزہ فرض کیا گیا جس طرح تم سے پہلی امتوں پر فرض کیا گیا تاکہ تم تقوے حاصل کرو

اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ گیارہ مہینہ کے انتظار کے بعد پھر رمضان المبارک کا مہینہ ہم کو ملنے والا ہے جس کی عظمت کا یہ حال ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے قرآن مجید کے آتارنے کے لیے اسی مبارک مہینہ کا انتخاب فرمایا تھا۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرة)
وہ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن اتارا گیا۔

اس ماہ مبارک کے آتے ہی خدا کی رحمت کے دروازے کھل جاتے ہیں (بخاری ومسلم) پکارنے والا پکارتا ہے کہ اے نیکی چاہنے والے آگے بڑھ اور اے بدی چاہنے والے پیچھے ہٹ جا (ترمذی) اسی مہینہ کے لیے شروع سال سے جنت سنواری جاتی ہے (مشکوٰۃ) جو شخص اس مہینہ میں کوئی نیکی کر کے خدا کا قرب حاصل کرے وہ ایسا ہے جیسے اس نے غیر رمضان میں فرض ادا کیا اور جس نے اس ماہ میں فرض ادا کیا گویا اس نے غیر رمضان میں ستر فرض ادا کیے، یہ مہینہ صبر کا ہے اور صبر کا بدلہ جنت ہے، یہ مہینہ لوگوں کے ساتھ غم خواری کرنے کا ہے اس مہینہ میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، (مشکوٰۃ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

مجھ سے جبرئیل (علیہ السلام) نے کہا کہ جو شخص رمضان کا مہینہ پائے اور پھر اس کی مغفرت نہ ہو وہ تباہ ہے (حاکم)

اسی مبارک مہینہ میں وہ برکت والی رات آتی ہے جس میں نیکی کرنے کا ثواب ایسا ہے جیسے کوئی ایک ہزار مہینہ تک نیکی کرتا رہے۔

لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ (قدر)
شب قدر بہتر ہے ہزار مہینے سے

اسی رات جبرئیل امین فرشتوں کی جماعت کے ساتھ نیچے اترتے ہیں اور ہر شخص کے لیے جو کھڑے اور بیٹھے اللہ کی یاد میں مشغول ہے اس کے لیے دعا کرتے ہیں (مشکوٰۃ)

افسوس کہ ہم مسلمان خیر وبرکت کے ان دنوں اور راتوں کو بڑی بیدردی سے ضائع کرتے ہیں اور یہ خیال نہیں کرتے کہ کیا خبر! آئندہ یہ موسم خیر نصیب میں آتا ہے یا نہیں؟

فَمَن شَهِدَ مِنكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ (البقرة)
جو اس مہینہ کو پائے وہ اس مہینہ بھر روزہ رکھے۔

مگر بدقسمتی سے عموماً لوگ سمجھتے ہیں کہ صرف بھوکے پیاسے اور زن وشو کے تعلق سے الگ رہنے کا نام روزہ ہے، حالانکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے۔

بہت سے روزہ دار ہیں کہ ان کو بھوکے رہنے کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا (ابن ماجہ) روزہ آدمی کے لیے ڈھال ہے جب تک کہ اس کو پھاڑ نہ ڈالے، کسی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ روزہ کس چیز سے خراب ہوتا ہے، فرمایا جھوٹ اور غیبت سے (جمع الفوائد) روزہ رکھ کر بھی جو شخص جھوٹ اور فریب کے کام کو نہ چھوڑے تو خدا کو اس کی ضرورت نہیں ہے کہ انسان اپنا کھانا پینا چھوڑ دے (بخاری)

دراصل روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ قلب اور قالب اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوجائے اور انسان تقوی کی کیفیت سے سرفراز ہوجائے۔ حافظ ابن رجب حنبلیؒ ایک بزرگ کے متعلق نقل فرماتے ہیں، وہ ارشاد فرماتے ہیں۔

تم جب روزہ رکھو تو تمہارے کان، آنکھ زبان بھی حرام باتوں سے روزہ رکھیں، پڑوسیوں کو تکلیف نہ دو، تم پر وقار اور سنجیدگی کی کیفیت پیدا ہوجائے۔ (بغیۃ الانسان ص ۹)

اس ماہ مبارک کو کلام الٰہی سے خاص مناسبت ہے اللہ کے بعض پاکیزہ بندے اس ماہ مبارک میں ہر تیسری رات کو تہجد کی نماز میں ایک قرآن ختم کرتے تھے، امام نخعی، رمضان میں ہر تیسری شب کو ایک قرآن، اور آخری عشرہ میں ہر دوسری شب کو ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت قتادہ آخری عشرہ میں ہر ہر رات کو ایک قرآن ختم کرتے تھے۔ حضرت سفیان ثوری اور امام مالکؒ رمضان المبارک کے آتے ہی دوسرے مشاغل سے الگ ہو کر قرآن مجید کی تلاوت میں لگ جاتے تھے۔

عبداللہ ابن غالب ایک بزرگ گزرے ہیں جب ان کا انتقال ہوا اور دفن کیے گئے تو قبر کی مٹی سے مشک کی خوشبو آتی تھی، کسی نے ان کو خواب میں دیکھا اور اس خوشبو کی وجہ دریافت کی تو انھوں نے جواب دیا کہ یہ روزہ اور تلاوت قرآن مجید کی برکت ہے (بغیۃ الانسان)

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم ماہ مبارک کے متعلق ان اہل علم کے تاثرات جو صاحب دل بھی تھے، ناظرین کی خدمت میں پیش کریں شاید ہمارا جذبۂ عمل بیدار ہو، اور ہم اس مبارک مہینہ کے حقوق ادا کرنے کی توفیق پائیں۔

حافظ ابن رجب حنبلیؒ

ماہ رمضان المبارک آگیا، قرب خداوندی کی مشک بیز ہوائیں چلنے لگیں، ہجراں نصیبوں کو مژدۂ وصال ملنے لگا، گنہگاروں کو معافی کا آسرا ہوا، خواہشات نفسانی کے آتش کدے بجھنے لگے، نفس کی حکومت ختم ہوگئی۔

اب غفلت کی بدمستی دور ہو، تقوی کی شمعیں روشن ہوں، روزہ دارو، دلوں میں خشوع پیدا کرو، تہجد گزارو رکوع اور سجدوں کا لطف حاصل کرو!

اے نیند، شب بیداروں کے قریب نہ آنا، اے گناہو اب توبہ کرنے والوں کے راستے سے ہٹ جاؤ، اب عارفین اپنی روحانی غذا پائیں گے اور جمال ذات کے مشتاق غیر پر نظر نہ ڈالیں گے، افسوس وہ شخص کس قدر محروم ہے جس نے اس مبارک مہینہ کو ضائع کردیا، کتنے روزہ دار ہیں جو صرف بھوکے پیاسے رہے، کتنے شب بیدار ہیں جو صرف جاگتے رہے بے شبہ جو روزہ جھوٹ سے محفوظ نہ رکھا جائے اور جو تہجد بے حیائی سے نہ روکے وہ اللہ سے دوری کا باعث ہے۔

اے لوگو! تم میں روزے کے برکات کہاں ہیں؟ شب بیداری کے انوار کہاں ہیں؟ تمہاری آنکھوں نے آنسو کب بہائے؟

اللہ کے بندو! یہ رمضان کا مہینہ ہے اس میں قرآن اتارا گیا آج وہی قرآن تمہارے درمیان پڑھا جاتا ہے یہ قرآن وہ ہے اگر پہاڑ پر اترتا تو پہاڑ ریزہ ریزہ ہوجاتا مگر تمہارے دلوں میں درد نہیں پیدا ہوتا آنکھیں آنسوؤں سے تر نہیں ہوتیں تم اپنے روزوں کو ناجائز باتوں سے نہیں بچاتے اگر ایسا کرتے تو روزہ کا فائدہ محسوس کرتے! تم صحیح طریقہ سے شب بیداری نہیں کرتے اگر ایسا کرتے تو قرآن بارگاہ خداوندی میں تمہارا سفارشی بنتا!

افسوس! دل تقویٰ سے خالی ہیں کھنڈر کی طرح ویران اور برباد ہیں۔ گناہوں کی بدلیاں چھائی ہوئی ہیں۔ قرآن پڑھا جاتا ہے مگر ہمارے دل پتھر کی طرح سخت ہیں، رمضان المبارک کا مقدس مہینہ بار بار آتا ہے۔ مگر ہماری حالت نہیں بدلتی جوانوں کو اپنی جوانی کی سرمستیوں سے فرصت نہیں، بوڑھوں کو ضعیفی بھی ان کی تنبیہ کے لیے کافی نہیں ہے۔

ہم لوگوں کو اللہ کے ان پاک باز بندوں سے کیا نسبت؟ جنھوں نے خدا کی طرف بلانے والے کی آواز کو سنا اور اس پر لبیک کہا۔ قرآن مجید کی آیتیں ان کے سامنے پڑھی گئیں تو ان کے دل لرز گئے جب انھوں نے روزہ رکھا تو ان کی زبان کان آنکھ سب نے روزہ رکھا۔

اللہ کے بندو! ماہ مبارک نصف گزرچکا ہے تم میں سے کتنوں نے حالات کا جائزہ لیا ہے؟ تم میں سے کس نے اس مہینہ کا حق ادا کیا ہے؟ لوگو اب بھی محنت کرڈالو، مگر یہ نہ بھولنا کہ اللہ کے یہاں نیت دیکھی جاتی ہے، وہاں قبولیت کا معیار دل ہے، اصل کامیابی یہ ہے کہ تمہاری محنت اللہ کے یہاں قبول بھی ہوجائے۔

شب قدر آگئی، ہجراں نصیب یعقوب کو وصال یوسف کا مژدہ ملا ہے، اے شب قدر عابدوں کے حق میں رہنا، اے زبان آج قوت گویائی سے پورا کام لے اور خوب مانگ لے کہ آج نسیم سحر بندوں کے نالہائے درد فراق کو لے کر خدا کے دربار میں حاضر ہوگی، (بغیۃ الانسان فی وظائف رمضان)

امام غزالیؒ

روزے کے تین درجے ہیں، عوام کا روزہ، خواص کا روزہ، اخص الخواص کا روزہ، عوام کا روزہ کھانے پینے سے رکنے اور عورت سے جنسی تعلق نہ رکھنے کا نام ہے خواص کے روزہ کی حقیقت یہ ہے کہ عوام کے روزہ کے تمام شرائط کے ساتھ کان، آنکھ، زبان، ہاتھ، پیر اور تمام اعضا کو بری باتوں سے روکا جائے، اخص الخواص کا روزہ یہ ہے کہ دل سے دنیاوی افکار اور فاسد خیالات نکال دیے جائیں ذات حق کے سوا کسی دوسرے کی قلب میں گنجائش نہ ہو۔

(احیاء علوم الدین اول)

حضرت مجدد الف ثانیؒ

اگر کسی کو اس میں میں صدقات اور نیک اعمال کی توفیق نصیب ہوگئی تو پورے سال بھر، اللہ کی توفیق شامل رہے گی، اور اگر یہ مہینہ اللہ سے دوری میں گزرا تو پورا سال اسی طرح گذرے گا بہ قدر امکان اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ رہنے اور ان کے قرب کے حاصل کرنے کی کوشش کرو، اور اس مہینہ کو غنیمت سمجھو

(مکتوبات ج اول ص ۲۱)

شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ

روزہ سے انسان کو فرشتوں کی مشابہت حاصل ہوتی ہے۔ ملائکہ کا محبوب بن جاتا ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ قوت بہیمیہ کمزور ہوجاتی ہے۔ (حجۃ اللہ البالغۃ)

حضرت شاہ اسمٰعیل صاحب شہیدؒ

ماہ رمضان کا انتظار اور عبادات کی فکر انسان کو حضور حق سے سرفراز کرتی ہے۔ اس امت کے جسمانی ضعف ہمت کی پستی اور عمر کی کمی کے خیال سے اللہ تعالیٰ نے ماہ رمضان اور شب قدر سے سرفراز فرمایا، تاکہ اس کے ذریعہ ہم پچھلی امتوں سے زیادہ بلند رتبے حاصل کرسکیں، اور ہر سال نفس محنت طلب اعمال سے دوچار ہو تاکہ اس کا اثر پورے سال رہے۔ (صراط مستقیم ص ۹۲)

اکابر اہل دین کے تاثرات پڑھ لینے کے بعد یہ بھی سن لینا چاہیے کہ یہ قول مالک بن دینار عمل سے زائد ڈرنے کی بات یہ ہے کہ کہیں یہ عمل خدا کے یہاں سے رد نہ ہوجائے اسی لیے بعض بزرگوں کا طریقہ تھا کہ چھ مہینہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے تھے کہ ماہ رمضان المبارک ہمارے نصیب میں آئے اور اس کے بعد چھ ماہ تک دعا کرتے تھے کہ خداوندا، اس ماہ مبارک کے اعمال کو قبول فرما۔

بعض بزرگوں پر عید کے دن رنج وغم طاری ہوگیا، لوگوں نے کہا کہ آج تو خوشی کا دن ہے یہ رنج وافسوس کیوں؟ انھوں نے جواب دیا کہ خدا نے احکام دیے اور ہم نے عمل کیا اب فکر یہ ہے کہ یہ عمل وہاں قبول بھی ہوا یا نہیں؟

وہیب بن الورد نے بعض لوگوں کو عید کے دن غلط طریقہ سے ہنستے ہوئے دیکھا تو فرمایا کہ اگر ان کے اعمال خدا کے یہاں قبول ہیں تو اظہار شکر، کا یہ طریقہ درست نہیں ہے، اور اگر اعمال مقبول نہیں ہیں تو ڈرنے والوں کا یہ حال نہیں ہوا کرتا ہے۔

حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ لوگوں کو حکم بھیجتے تھے کہ ماہ رمضان المبارک کے خاتمہ پر خدا کے دربار میں کثرت سے استغفار کریں!

حاصل یہ ہے کہ اس مبارک مہینہ کو پوری توجہ سے گذارنا چاہیے اور اس کی بھی فکر رہنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ان محنتوں کو شرف قبولیت عطا فرمائیں!

★ ★

مطالعہ کی میز پر

امیر خسرو ـــ ایک بزرگ درویش

کہتے ہیں آج سے پہلے بہت پہلے، کوئی چھ سات سو برس پہلے باہر سے آئے ہوئے ایک امیر کبیر مسافر دہلی جاتے ہوئے ایک سرا میں آکر اترے، کنیزیں، خدام، زر وجواہر بیش قیمت مال واسباب سب ہی کچھ ساتھ۔ اتفاق سے اسی زمانہ میں ایک دوسرا مسافر مفلس ومفلوک الحال دہلی سے واپس ہوتے اسی سرا میں ٹھہرا۔ رئیس کو بوئے انس محسوس ہوئی، بڑھ کر پوچھا کدھر سے آنا ہوا؟ جواب ملا دہلی سے، پوچھنے والے کا اشتیاق دہلی کا نام سن تیز ہوا، پوچھا اس شہر میں ایک درویش خواجہ نظام الدینؒ ہیں، وہاں بھی حاضری کا اتفاق ہوا تھا؟ مفلس بولا "اتفاق کیسا انھیں کے پاس تو گیا تھا۔ حاجت مند ہوں چاہتا تھا کچھ مل جائے، میری قسمت کہ وہاں کچھ موجود ہی نہ تھا، پیر کی پہنی ہوئی جوتیاں پڑی تھیں وہی میرے حوالہ کردیں انھیں کو لیے چلا آرہا ہوں۔ سننے والا اب شوق واشتیاق سے بےخود تھا۔ بولا خدا کے لیے وہ جوتیاں میرے حوالہ کردو، اور یہ میرا ساز وسامان سب تمہاری نذر ہے، ادھر رئیس صاحب اپنے ہوش میں تھے کب، ادھر مفلسی دل لگی کی سکت ہی ان میں کہاں تھی، روای کہتے ہیں کہ یہ سودا چار پانچ لاکھ میں پڑا اور رئیس صاحب نے وہ پیر کی اتری جوتیاں آنکھوں سے لگا کر، سر پر رکھ کر پگڑی کے اندر لپیٹ لیں اور ایک وجد کے عالم میں دہلی چل کھڑے ہوئے ـــ جوتیاں جن محبوب کی تھیں وہ تو وہی ہیں جنھیں زبان خلق محبوب الٰہیؒ کے نام سے پکارتی ہے اور امیر وہی امیر خسروؒ تھے جن کا یہ فارسی شعر اس وقت سے آج تک خدا معلوم کتنے دلوں کو حال وکال کی کتنی محفلوں کو گرما چکا ہے ؎

متاع وصل جاناں بس گران ست
گر ایں سودا بجاں بودے چہ بودے

یہ رقم تو خیر لاکھوں ہی کی تھی، شاعر تو یہ کہہ رہا ہے کہ محبوب تک رسائی اگر نقد جان کے معاوضہ میں ہوجائے تو بھی یہ سودا نہایت ارزاں ہے۔

(انشائے ماجد ص ۳۴۰، ۲۴۱)

کلام خیر الانام

مولانا محمد اسحاق ندوی

اللہ تعالیٰ کے سامنے حاضر ہونے پر ایمان کو ہم دوسرے الفاظ میں آخرت پر ایمان کہہ سکتے ہیں۔ ایمان کا یہ حصہ صلاح و تقویٰ کی روح اور جان ہے۔ اگر آخرت پر ایمان نہ ہو تو زندگی میں نیکوکاری اور نیک کرداری کی گنجائش باقی ہی نہیں رہتی اور اگر شاذ و نادر کہیں پائی بھی جائے گی تو صرف زندگی کے کسی خاص جزو کی حد تک محدود اور وہ بھی بہت ناقص۔ انکار آخرت کے بعد تو جذبات کے ساتھ عقل کا تقاضہ بھی یہی ہوجاتا ہے کہ آدمی بقدر امکان زیادہ سے زیادہ دنیا کے لذائذ سے متمتع ہو اور اپنی خواہشوں کو زیادہ سے زیادہ پورا کرے، ایسا شخص اپنی ہوا و ہوس کا بندہ بن جاتا ہے اور اس کی پوری زندگی انھیں کے تابع ہوجاتی ہے۔

آخرت پر ایمان کا ایک فائدہ عظیمہ یہ ہے کہ انسان میں تقویٰ پیدا ہوتا ہے اور وہ حیوانیت کی پستی سے ملکوتیت کی بلندی کی طرف پرواز کرتا ہے، مگر محض اس فائدے کے لیے اس عقیدے کو دل میں جاگزیں کرنے کا حکم نہیں فرمایا گیا ہے۔ بلکہ آخرت پر ایمان اس لیے ضروری اور لازم ہے کہ وہ ایک حقیقت اور واقعہ ہے اگر اس عقیدے سے دنیا میں کوئی بھی فائدہ نہ حاصل ہوتا تو بھی اسے تسلیم کرنا فرض اور ضروری ہوتا کیونکہ اس کا انکار ایک حقیقت کا انکار ہے۔

اس عقیدے کی اجمالی شکل جس کا ماننا اور بغیر ادنیٰ شک و شبہ کے تسلیم کرنا مومن ہونے کے لیے شرط ہے، یہ کہ مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا یقین کامل ہو اور انسان اس بات کا مستحکم یقین رکھے کہ ایک دن اللہ کے حکم سے یہ عالم فنا ہوکر دوبارہ پیدا کیا جائے گا اور سب مردے دوبارہ زندہ ہوکر حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوں گے جہاں اُن کے ایمان و عمل کا حساب ہوگا اور ان کے عقیدے و عمل کے لحاظ سے جزا و سزا دی جائے گی۔ اس دن کو قیامت کا دن کہتے ہیں اس کا آنا ایسا ہی یقینی ہے جیسے دن کا دن ہونا جزا و سزا کا مطلب یہ ہے کہ اہل ایمان انجام کار جنت میں جائیں گے اور اہل کفر جہنم میں۔ جہاں دونوں کا قیام ہمیشہ کے لیے ہوگا۔ جنت راحتوں کا مخزن ہے اور جہنم کلفتوں اور مصیبتوں کا۔

یہ تو اجمالی عقیدۂ آخرت ہے لیکن دین و اسلام نے جو اس کی تفصیلات بیان فرمائی ہیں ان میں جو معلوم ہوتی جائیں ان پر ایمان لانا واجب و لازم ہے ان میں سے جن باتوں کے متعلق یقینی و قطعی طور پر یہ معلوم ہوجائے کہ ہمارے دین نے انھیں بیان فرمایا ہے ان میں سے کسی بات کا انکار کرنا یا اس میں شک کرنا انسان کو دائرہ اسلام سے باہر کردیتا ہے اور ایسا شخص مسلمان نہیں رہتا، اپنی خطا پر نادم ہوکر اس سے توبہ کرنا اور ایمان و یقین کو تازہ کرنا اس ارتداد سے اسے نجات دے سکتا ہے۔

عالم آخرت کا وجود اور جن دانش کا مرکز وہاں پہونچنا مشاہدے سے ثابت ہے۔ مگر مشاہدے کے معنی یہ نہیں ہیں کہ ہر شخص اس کا مشاہدہ کرسکتا ہے۔ ہر شخص میں اس کی صلاحیت نہیں پیدا کی گئی ہے کہ وہ مرنے سے پہلے اس عالم کو دیکھ سکے لیکن حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر خاتم النبیین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پوری جماعت انبیاء نے اس عالم کا مشاہدہ فرمایا ہے اور اس کے وجود پر یہ سب حضرات جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے پورے طور پر متحد و متفق ہیں۔ اس لیے ہم پورے اطمینان کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ عالم آخرت کا وجود مشاہدے سے ثابت ہے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے ایسے بلند کردار، دانشمند اور سچے و پاکباز حضرات کا مشاہدہ اور وہ بھی ایک دو کا نہیں ہزاروں کا اس عالم علی کے یقین کامل کے لیے بالکل کافی ہے۔ بلاشبہ اس کی مثال میں کسی مادرزاد نابینا کو پیش کیا جاسکتا ہے جو آفتاب ماہتاب، رنگ اور روشنی کے وجود کا کامل یقین محض دوسروں کے مشاہدے کی بنا پر کرتا ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی چشم بینا مادی حجابات کو چاک کرکے عالم آخرت کا مشاہدہ کرتی ہیں بالکل اسی طرح جیسے ہم اس عالم دنیا کا مشاہدہ کرتے ہیں عوام کی آنکھیں موت کے حجاب سے آگے نہیں جاسکتیں اور وہ عالم بعد الموت کے اعتبار سے نابینا ہیں۔ انسانی فطرت کا تقاضہ یہی ہے کہ انسان ایسے امور کے بارے میں جو اس کے حواس و استدلال کی دسترس سے باہر ہوں ایسے لوگوں کے بیان کا یقین کرے جن پر اسے کامل اعتماد ہو۔

ہم بہت سے ایسے امور کے بارے میں جن کے مشاہدے کی صلاحیت کسی نہ کسی درجہ میں ہمارے اندر بھی موجود ہے مگر کسی خاص مانع کی وجہ سے انکے مشاہدے سے قاصر ہیں، دوسروں کے بیان پر اعتماد کرتے ہیں۔ مثلاً سائنس داں یا خلا میں پرواز کرنے والے جو کچھ کہتے ہیں۔ ہمیں اس کا یقین ہوجاتا ہے حالانکہ ان کی دیانت داری و سچائی بھی شک سے بالاتر نہیں ہوتی۔ اور دور کیوں جائیے روزمرہ کا معاملہ ہے کہ ہم ڈاکٹروں کی تشخیص کو بے چون و چرا تسلیم کرلیتے ہیں حالانکہ اس میں غلطی کے خاصے امکانات ہوتے ہیں، تو پھر دنیا کے صادق ترین اور عاقل ترین انسانوں یعنی جماعت انبیاء کے مشاہدے پر اعتماد کیوں نہ کیا جائے، خصوصاً ایسی صورت میں کہ عالم آخرت کا مشاہدہ اس دنیا میں ہماری استطاعت سے بالکل باہر ہے اور ہم میں اس کی صلاحیت و طاقت ہی نہیں ہے کہ اس دنیا میں رہتے ہوئے اس کا مشاہدہ کرسکیں۔ بلاشبہ انبیاء کے بیان میں شک کرنا یا اس کا انکار کرنا اپنی فطرت سے بغاوت کرنے کے مرادف ہے۔

رسولوں پر ایمان لانے کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جتنے حضرات کو مرتبۂ نبوت و رسالت پر فائز فرمایا وہ سب کے سب بالکل سچے تھے ان کی ہر بات سچی اور صحیح تھی، ان میں سے ہر فرد انتہائی دیانت دار اور پاکباز اور معصوم تھا۔ یہ عقیدہ بالکل پختہ، مستحکم اور مضبوط ہونا چاہیے جس میں کسی شک و شبہ کی ادنیٰ سے ادنیٰ گنجائش بھی نہ ہو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی صحیح تعداد کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے۔ ان میں بعض کا نام قرآن مجید اور احادیث نبویہ میں آیا ہے۔ جنکا نام ہمیں معلوم ہے ان پر نام بنام ایمان لانا لازم ہے۔ جن کا نام معلوم نہ ہو ان پر اجمالی ایمان کافی ہے جس کی تشریح اوپر کی جاچکی ہے۔ مثلاً حضرت موسیٰ، حضرت عیسیٰ حضرت ابراہیم علیہم الصلوٰۃ والسلام اور ان کے علاوہ بعض دوسرے انبیاء کا تذکرہ قرآن حدیث میں وارد ہوا ہے ان کی نبوت پر ایمان لانا فرض ہے۔ اگر ان میں سے کسی کی نبوت میں ادنیٰ شک بھی کیا جائے تو یہ چیز کفر کے مرادف ہوگی۔ مثلاً جو شخص معاذاللہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نبوت میں شک کرے وہ اسی طرح خارج از اسلام ہوجائے گا جس طرح نبوت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم میں شک کرنے والا۔

سلسلۂ نبوت ہمارے نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوگیا۔ آنحضور خاتم النبیین اور افضل المرسلین ہیں۔ آنحضور کی نبوت و رسالت کے اقرار کے بغیر کوئی شخص دائرہ اسلام میں داخل ہی نہیں ہوسکتا۔

ہم جس طرح عقیدۂ توحید کی تکمیل کے مکلف ہیں اسی طرح ہمارے اوپر یہ بھی فرض عین ہے کہ نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم کی نبوت پر بھی ہمارا ایمان کامل ہو اور اس میں کوئی نقص اور کمی نہ ہو۔ اگر اقرار رسالت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ ساتھ ہمارے ذہن میں کوئی ایسا عقیدہ یا خیال بھی موجود ہے جو ہمارے عقیدۂ رسالت کے خلاف ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ ہمارا ایمان بالرسالۃ ناقص ہے ایمان بالرسالۃ کی مختصر تشریح ایمان کامل و ناقص کے لیے معیار کا کام دے گی۔

ایمان بالرسالۃ کے معنی یہ ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر قول و فعل میں بالکل سچا سمجھا جائے اور پختہ یقین رکھا جائے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور جو کچھ آپ نے فرمایا اس کا ایک ایک حرف حق اور صدق خالص ہے، اس کے ساتھ آنحضور پر اعتماد کامل ہو کہ آپ نے تبلیغ رسالت تعلیم اور تربیت امت کا پورا پورا حق ادا فرمایا ہے اس میں ذرہ برابر بھی کوتاہی نہیں فرمائی چونکہ آنحضور معصوم تھے اس لیے دین کے بارے میں آپ سے کوئی غلطی بھی نہیں ہوسکتی تھی۔ آپ نے جو کچھ سمجھا اور سمجھایا وہ بالکل صحیح اور حقیقت کے مطابق ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کلام قرآن مجید آپ پر نازل ہوا اور وہ آپ نے امت تک حکم الٰہی کے مطابق پہونچادیا۔ جو قرآن مجید اُمت کو آپ نے عطا فرمایا وہ بغیر کسی ادنیٰ سے ادنیٰ تبدیلی و تحریف کے بعینہٖ آجتک موجود ہے اور ہمیشہ موجود رہے گا اس میں کسی قسم کی تحریف کا امکان نہیں ہے۔

سچا، معصوم اور معتمد علیہ تو ہر نبی و رسول کو سمجھنا چاہیے لیکن دو باتیں اور بھی ہیں جو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لانے کے ساتھ مخصوص ہیں۔ جب تک وہ نہ پائی جائیں۔ آنحضور پر ایمان صحیح معنی میں حاصل نہیں ہوتا۔ پہلی چیز تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس اُمت کے لیے "مُطاع" ہیں یعنی آنحضور کی اطاعت ہر شخص پر فرض ..... عین ہے۔ آنحضور کو مفترض الطاعۃ سمجھنا اور اس کا یقین رکھنا کہ آنحضور کی اطاعت ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا ذریعہ ہے۔ ایمان بالرسالۃ کا ایک اہم جزو ہے۔ گزشتہ انبیاء مرسلین کی صداقت و نبوت پر ایمان لانا تو ضروری ہے مگر ان کی اطاعت ہمارے اوپر فرض نہیں ہے۔ البتہ ان کی امتوں پر ان کی اطاعت بھی فرض تھی۔

(۱) اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول	(۱) اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ کے رسول کی اطاعت کرو
(۲) وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ	(۲) اور ہم نے ہر رسول کو اسی لیے بھیجا کہ اللہ کے حکم سے اس کی اطاعت کی جائے۔

اس کے علاوہ کثرت سے آیتیں اور حدیثیں اس مضمون کی ہیں، جن کا تذکرہ بخوف طوالت چھوڑتا ہوں۔

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین تسلیم کرنا فرض ہے۔ ختم نبوت کے عقیدے کے بغیر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان مکمل نہیں ہوتا۔ اس لیے جو شخص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی کسی نبی کے مبعوث ہونے کو جائز سمجھتا ہے یا کسی مدعی نبوت کو نبی تسلیم کرتا ہے۔ وہ یقیناً اسلام سے خارج ہے۔ بعض لوگوں کی یہ کوشش کہ منکرین ختم نبوت کو بھی دائرۂ اسلام میں داخل سمجھا جائے اور دلائل صحیحہ سے تنبیہ کے باوجود اپنے اس سرتاپا غلط اور بدیہی دعوے کو محض .... زور قلم سے منوانے کی خواہش بہت افسوسناک اور امت مسلمہ کے لیے سخت مضر ہے۔ آنحضور کا خاتم النبیین ہونا قرآن مجید سے بھی ثابت ہے اور احادیث و اجماع صحابہ سے بھی۔ جو شخص اس کا انکار کرتا ہے وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کلام الٰہی اور پوری جماعت صحابہ بلکہ پوری اُمت محمدیہ کی تکذیب کرتا ہے۔ اور ایمان بالرسالۃ کی پوری عمارت منہدم کردیتا ہے۔

دوسری چیز یہ ہے کہ کسی شخصیت کو تسلیم کرنے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ اسے اس کے خصوصیات کے ساتھ تسلیم کیا جائے۔ اس کی کسی خصوصیت کا انکار درحقیقت اس شخصیت کو تسلیم کرنے سے انکار ہے۔ مثلاً کوئی شخص ارکان حکومت میں سے ہر شخص کی عظمت کا معترف ہو ان کی علمی اور اخلاقی برتری کا بھی قائل ہو مگر بہ حیثیت حاکم یا رکن حکومت انھیں تسلیم کرنے سے انکار کردے تو قانون کی نظر میں یقیناً اسے باغی سمجھا جائے گا۔ اسی طرح نبوت و رسالت محمدیہ کا اقرار اور ختم نبوت کا انکار بھی درحقیقت آپ کی رسالت و نبوت کا انکار ہے اور ایسا شخص بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے بغاوت کرنے والا سمجھا جائے گا۔ وجہ ظاہر ہے حق تعالیٰ جل شانہٗ نے آنحضور کو صرف نبی و رسول ہی بناکر نہیں بھیجا ہے بلکہ خاتم النبیین اور آخری رسول و نبی بناکر بھیجا ہے آنحضور کا منصب اس وصف سے خالی نہیں ہوسکتا۔ اس وصف سے انکار کے معنی آپ کے منصب نبوت و رسالت کے اس مرتبہ سے انکار کے ہیں جو آپ کے ساتھ مخصوص ہے اور دوسرے انبیاء و مرسلین کے درمیان آپ کے لیے ایک وجہ امتیاز ہے

اوپر واضح کیا جاچکا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت پر ایمان کے معنی یہ ہیں کہ آنحضور پر اعتماد کامل ہو اس کا نتیجہ صریح یہ ہے کہ اگر کوئی شخص یہ سمجھے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دین کی بعض باتیں پوشیدہ فرمادیں، تو اس کے معنی یہ ہیں کہ اس شخص کا ایمان بالرسالۃ مکمل نہیں ہے۔ بلکہ صحیح تعبیر تو یہ ہوگی کہ ایسے شخص کو صحیح معنی میں ایمان بالرسالۃ حاصل ہی نہیں ہے۔

اسی طرح دین میں نئی ایجادات کرنا یعنے جو چیزیں دین میں داخل اور شرعی دلائل سے ثابت نہیں ہیں انھیں دین میں داخل کرلینا۔ مثلاً کسی کام کا موجب اجر و ثواب ہونا قرآن و حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ مگر کوئی شخص محض اپنی رائے یا رسم و رواج کی وجہ سے اسے موجب اجر و ثواب قرار دے۔ درحقیقت ایمان بالرسالۃ میں نقص ہے اس قسم کی ایجادات کو شرعی اصطلاح میں بدعت کہتے ہیں۔ ارتکاب بدعت کے معنی یہی ہیں کہ بدعتی کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پورا اعتماد اور آنحضور کے خاتم النبیین ہونے کا کامل یقین نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ جب ہمیں اس بات کا یقین کامل ہے کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آخرت کے متعلق ہر مفید و مضر شے کو بیان فرمادیا اور وہ طریقہ بھی بتادیا جس سے قیامت تک آپ کی امت آخرت کے متعلق مفید و مضر امور کو کتاب اللہ اور سنت نبویہ کی روشنی میں معلوم کرسکتی ہے تو پھر کسی ایجاد و اختراع کے کیا معنی رہ جاتے ہیں؟ بدعت کے معنی یہ ہیں کہ اس کا مرتکب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق تعلیم و تبلیغ کے بارے میں معاذاللہ کوتاہی کا احتمال رکھتا ہے یا آخرت کے متعلق آنحضور کے علم کو معاذاللہ کم سمجھتا ہے۔ بدعت درحقیقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک قسم کی بغاوت کے مرادف ہے اعاذنا اللہ منہا بالکل اس طرح جیسے کچھ لوگ حکومت وقت کے متوازی حکومت قائم کریں۔

ایمان بالرسالۃ کی تکمیل کی علامت یہ ہے کہ انسان آنحضور کے قول یا فعل کو معلوم کرکے بالکل مطمئن ہوجائے اور اسے بلا کسی شک و ریب کے تسلیم کرے۔ بعض لوگوں کا یہ طرز عمل کہ جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی قول یا فعل کی تائید کسی عقلی دلیل سے نہ ہوجائے یا جب تک یورپ و امریکہ کے علوم .... و نظریات سے اس کی تصدیق نہ ہوجائے اس وقت تک وہ اسے تسلیم کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے درحقیقت ایمان بالرسالۃ میں نقص کی واضح علامت ہے۔ اسی زمرے میں وہ لوگ بھی داخل ہیں جن کا قلب آیت و حدیث سے تو مطمئن نہیں ہوتا لیکن جب کوئی عقلی مصلحت ان کی سمجھ میں آجاتی ہے تو اس سے مطمئن ہوجاتے ہیں۔ ایمان کے معنی یہ ہیں کہ قرآن یا حدیث سے قلب ایسا مطمئن ہوجائے کہ کسی دوسری (بقیہ ص ۱۲ پر)

ایک عزیز خواہش

محمد ثانی حسنی

بے سرو ساماں ہوں یارب سوز رکھتا ہوں نہ ساز
کھینچ لے اپنی کشش سے مجھ کو اے ارضِ حجاز

ہر ایک کو اپنا وطن محبوب ہوتا ہے اور کیوں نہ ہو محبوب، وطن میں پیدا ہوا وہیں بڑھا پلا، اسی کے آب و گل سے اس کے جسم و روح کی پرورش ہوئی۔

خاکِ وطن از ملک سلیماں خوشتر
خارِ وطن از سنبل و ریحاں خوشتر

لیکن ایک مسلمان کے لیے مکہ و مدینہ پر لاکھوں وطن قربان، اُن کی عزت پر ہزاروں عزتیں نثار اور کروڑوں جانیں فدا، ان دونوں کی خاکِ پاک کا ذرہ ذرہ چراغ طور سے کسی طرح کم نہیں۔

کوچۂ جاناں کا ہر ذرہ چراغِ طور ہے۔

کون ایسی مسلمان آنکھ ہے جو ان کے فراق میں آنسو نہ بہاتی ہو کون ایسا مومن دل ہے جو ان کے ہجر میں تڑپتا نہ ہو کون ایسا جسم ہے جو بیت اللہ کا پروانہ وار چکر کاٹنا اور مجنونانہ اور بے تابانہ منیٰ اور عرفات میں لبیک اللھم لبیک کی صدا لگاتے ہوئے پھرنا اور خاکِ مدینہ کی گود میں سوجانا نہ چاہتا ہو اگر شہیدی نے یہ تمنا کی تو کیا بیجا کی۔

تمنا ہے درختوں پر ترے روضہ کے جا بیٹھوں
قفس جس وقت ٹوٹے طائرِ روحِ مقید کا

کیا یہی تمنا کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں نہیں مچلتی؟ کیا کسی مسلمان کا دل اس حسرت سے خالی ہے؟ کیا مکہ مدینہ کے نام سے آنکھوں میں چمک اور دلوں میں مسرت نہیں پیدا ہوتی؟ کیا ان تیرہ سو برسوں میں کروڑوں کیا ہزارہا کروڑ مسلمانوں نے اس حسرت میں جان تک نہیں دیدی سیکڑوں شعرا کے دیوان ہزاروں اہل قلم کے مضامین لاکھوں بے زبانوں کی بے زبانی کروڑوں آنکھوں کے آنسو اور اربوں دلوں کی حسرتیں اس فدائیت و جاں نثاری کا ثبوت نہیں؟

کیا وہ بیت اللہ جس کو ابراہیم خلیل اللہ نے عشق و محبت سے مخمور ہو کر بنایا تھا اور قبولیت کی دعا کرتے ہوئے بنایا تھا۔

واذ یرفع ابراھیم القواعد من البیت واسمٰعیل
ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
(البقرہ ۱۲۷)

اور خود رب البیت جس کے متعلق فرماتا ہے۔

واذ جعلنا البیت مثابة للناس وامنا
واتخذوا من مقام ابراھیم مصلیٰ وعھدنا
الی ابراھیم واسمٰعیل ان طھرا بیتی للطائفین
والعاکفین والرکع السجود (البقرہ ۱۲۵)

اور وہ زمزم جو حضرت اسمٰعیلؑ کے شیر خوارگی میں قدم مارنے سے چشمہ کی طرح ابل پڑا اور آج تک ساری دنیا کو سیراب کر رہا ہے۔

اور وہ سعی جہاں پانی کی تلاش میں حضرت ہاجرہ بے تابانہ دوڑ لگاتی تھیں اور آج تک ہر سال لاکھوں حجاج اسی کی نقل میں دوڑتے ہیں۔

اور وہ منیٰ کی وادی جہاں حضرت ابراہیمؑ اپنے جواں سال بیٹے حضرت اسمٰعیل کو ایک خواب کی وجہ سے ذبح کرنے چلے تھے اور جب ان کو لٹا دیا، اور گلے پر چھری رکھ دی اور اپنی طرف سے نفس کشی اور بے مثال قربانی کے سارے مراحل سے گذر گئے تو خدا ارشاد فرماتا ہے۔

"قد صدقت الرؤیا۔ ... کیا یہ سارے مقامات ایسے نہیں کہ ان میں عشق و مستی سے قربان ہو جائے اور ان کی خاک چھانی جائے۔

اور وہ مدینہ پاک جس کے ذرے ذرے کو رحمت عالم ..... حضرت سیدنا و مولانا روحی فداہ نے اپنے مبارک قدموں سے نوازا، وہ مدینہ جس کی فضائیں ابھی تک محبوب رب العالمین کے مبارک اثرات کو اپنے بازوؤں میں سمیٹے ہیں وہ مدینہ پاک جو سرور کونینؐ کے جسم اطہر کا امین ہے جو مہبط وحی ہے جس کے دامن میں محبوبؐ اور محبوب کے پرستاروں کی آرام گاہیں ہیں، کیوں نہ اس پر مرنے اور دفن ہونے کو جی چاہے، وہ مدینہ اس قابل ہے کہ اس کی خاک کو آنکھوں کا سرمہ بنایا جائے جس کے کانٹے سامنے جہاں کے پھولوں سے بہتر جس کا ذرہ ذرہ مہر تاباں جس کی فضائیں مشک و عنبر سے بسی ہوئیں، ایسے پیارے شہر کی رفعت و بلندی کا کیا کہنا۔

خاکِ یثرب از دو عالم خوشتر است
اے خنک شہرے کہ آں جا دلبر است

اور پھر مسجد نبوی اور اس میں جنت کی کیاری جس کے متعلق خود سرکار دو عالمؐ نے فرمایا "ما بین بیتی و منبری روضة من ریاض الجنة" (میرے گھر اور میرے منبر کا درمیانی حصہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے) اور وہ روضۂ نبوی جس کی حاضری ہر مومن کی سعادت اور خوش بختی ہے کون ایسا دیدہ و دل ہے جو ان کی زیارت سے سرور و نور حاصل کرنے کی تمنا نہ کرتا ہو، ان کی خوش بختی کا کیا ٹھکانا جو کبھی روضۂ نبوی کے سامنے حاضر ہوں سرِ نیاز جھکا کر اپنی... سنائیں، آنسو بہائیں، سلام پڑھیں، درود بھیجیں اور زبان حال سے کہیں،

فدا ہوں آپ کی کس کس ادا پر
ادائیں لاکھ اور بیتاب دل اک

کبھی جنت کی کیاری میں جاکر سربسجود ہوں، کبھی محراب نبوی میں پہونچ کر، اپنا سر خاک پر رکھیں، کبھی ستون عائشہؓ کو تھامیں، تو کبھی ستون ابولبابہ کو پکڑیں، کبھی منبر کے سامنے گریہ و زاری کریں، کبھی روضۂ جنت میں خاموش بیٹھ کر حجرۂ نبوی کی زیارت کریں، کبھی صحن حرم کے سنگریزوں پر بیٹھ کر درود و سلام کے تحفے پیش کریں، غرض کہ کبھی اس در پر کبھی اس در پر، کبھی صحن پر، کبھی دالان میں عشق و محبت کی تصویر بن کر شب و روز عبادت میں مشغول رہیں، وہ وقت کتنا پر کیف ہوتا ہوگا جب کوئی عین تہجد کے وقت.......... مواجہ شریف پر سر کو جھکائے، آنکھوں میں آنسو لیے، خوف و محبت کے ملے جلے جذبات سے دل کو معمور کیے جائے، تنہائی کا وقت محبوب کا سامنا کوئی دائیں بائیں نہیں۔

ہم ہی ہم ہوں تری محفل میں کوئی اور نہ ہو

یہ حسرت کتنی مبارک ہے، یہ تمنا کتنی مکمل ہے، یہ خواہش کتنی عزیز ہے، یہ آرزو کتنی بابرکت ہے، ہر دل میں گھر کرنے کے قابل، ہر زبان پر آنے کے لائق، محبت و عشق کا سرمایہ، ایمان و یقین کا ماحصل، کہنے والے نے کیا کہا، ہر ٹوٹے دل ہر پرنم آنکھ، ہر زبان کی ترجمانی کی ہے

تری گلی کی دھول ٹھوروں تیرے نگر میں دم بھی توڑوں
جی کا اب ارمان یہی ہے
آنکھوں پر اب دھیان یہی ہے

مردِ مومن

تجھ سے ہوا آشکار بندۂ مومن کا راز
اُس کے دنوں کی تپش اس کی شبوں کا گداز
اُس کا مقامِ بلند اُس کا خیالِ عظیم
اُس کا سُرور، اس کا شوق، اس کا نیاز، اُس کا ناز
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کُشا کار ساز
خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اُس کا دلِ بے نیاز
اُس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلفریب، اس کی نگہ دل نواز
نرم دمِ گفتگو، گرم دمِ جستجو!!
رزم ہو یا بزم ہو، پاک دل و پاک باز
نقطۂ پرکارِ حق، مردِ خدا کا یقیں
اور یہ عالم تمام وہم و طلسم و مجاز
عقل کی منزل ہے وہ عشق کا حاصل ہے وہ
حلقۂ آفاق میں گرمیٔ محفل ہے وہ

اقبال

اخلاص، جذبۂ قربانی اور جوہر ذاتی، یہ وہ تین چیزیں ہیں جن کے بغیر کوئی جماعت یا درس گاہ کامیاب نہیں کہی جا سکتی

رازی و غزالی، ابن تیمیہ اور شاہ ولی اللہؒ کا زمانہ آج بھی ہمارا منتظر ہے، لیکن ان صفات و شرائط کے بغیر نہیں

زمانہ کا شکوہ دراصل اپنی کمزوری چھپانے کی کوشش اور احساس کہتری کی علامت ہے

فارغ ہونے والے طلبہ کی سالانہ تقریب میں مولانا سید ابوالحسن علی ندوی ناظم ندوۃ العلماء کی الوداعی تقریر

فارغ ہونے والے طلبہ کے لیے اس سال بھی حسب دستور الوداعی جلسہ و عصرانہ کا انتظام تھا، یہ تقریب ۲۳ دسمبر ۱۹۷۳ء کو جمالیہ ہال میں منعقد ہوئی، جلسہ کا آغاز تلاوت قرآن پاک سے ہوا، اس کے بعد فارغین میں سے مولوی معین الدین غازی پوری، مولوی ندیم الظفر اور مولوی عبدالسمیع جعفری نے اپنے جذبات و تاثرات کا اظہار کیا، اور طلبہ کے سامنے اپنے اس علمی سفر کی کچھ سرگزشت بیان کی۔

اس کے بعد مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ نے طلبہ کے سامنے الوداعی تقریر کی اور وہ صفات و شرائط بیان کیں جن کے بغیر ان کے مقصد کی تکمیل ناممکن ہے اور جو ان کی زندگی کے لیے مشعل راہ اور زاد سفر بن سکتے ہیں، مولانا کی یہ تقریر اس قابل تھی کہ اسی وقت قلم بند کی جاتی اور اسی تفصیل و وضاحت اور قوت کے ساتھ پیش کی جاتی، لیکن افسوس کہ اس وقت اس کا انتظام نہ ہوسکا، ہمیں خوشی ہے کہ ہمارے بھائی مولوی معین الدین ... غازی پوری نے جو خود بھی اس سال فارغ ہوئے ہیں اس کو بعد میں اختصار کے ساتھ قلم بند کرنے کی کوشش کی اور اس میں بڑی حد تک کامیاب رہے۔

آخر میں جیلانی صاحب نے طلبہ کی نمائندگی کرتے ہوئے اساتذہ دار العلوم اور مہمانوں کا شکریہ ادا کیا، اور عصرانہ کے بعد یہ تقریب ختم ہوئی۔

مولانا سید ابوالحسن علی ندوی مدظلہ کی یہ تقریر ہدیہ ناظرین ہے۔"

ادارہ

حمد و صلوٰۃ کے بعد ارشاد فرمایا۔

میرے عزیز طلباء!

اس موقع پر اگر آپ رنجیدہ ہیں تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں، یہ موقع ہی ایسا ہے جو رنج و مسرت دونوں کا جامع ہے، لیکن وہ اس قابل مبارک باد نہیں جو ہمیشہ اپنے بچوں کو سینے سے لگائے رہے اور آنکھوں سے اوجھل کرنے کے لیے تیار نہ ہو بلکہ اس کا ایک وقت مقرر ہے اس وقت تک وہ بچے کی پرورش کرتی ہے، پھر وہی ماں اس بچے کو اپنی آنکھوں سے اوجھل کرتی ہے تاکہ وہ اس کی پیری کے لیے سہارا بن سکے، اسی طرح آپ نے ایک مدت یہاں گزاری، اس میں آپ کا ہم سے مانوس ہونا یا ہمیں آپ سے انس ہونا بالکل قدرتی چیز ہے اللہ تعالیٰ نے تمام مخلوقات کے اندر انس پیدا کیا ہے لیکن انسانوں کے اندر یہ جوہر بہت زیادہ نمایاں ہے، صرف لسانیات ہی نہیں نفسیات کے بھی بعض بڑے بڑے ماہروں کا یہ کہنا ہے کہ انسان کا لفظ اسی انس سے مشتق ہے۔ اس موقع پر یقیناً ہمیں اس حیثیت سے تو رنج ہے کہ آپ ہم سے جدا ہو رہے ہیں، ہمارا آپ کا جو ایک ساتھ تھا وہ چھوٹ رہا ہے لیکن دوسری حیثیت سے ہمیں یہ مسرت ہے کہ آپ نے اپنی تعلیمی مدت حسن و خوبی کے ساتھ پوری کرلی، آپ نے اس زمانے میں جبکہ حالات بالکل ہی مخالف ہیں اور زمانہ سے سکون و اطمینان رخصت ہوچکا ہے ...... دین کی تعلیم حاصل کی اس حیثیت سے آپ قابل مبارکباد ہیں اور ہمیں اس پر بڑی مسرت ہے۔

فراغت کا غلط تخیل

لیکن ایسے موقع پر جب "فارغ" کا لفظ آتا ہے تو ہوسکتا ہے کہ اس کا مفہوم سمجھنے میں لوگ غلطی کریں، دار العلوم کو ایک ایسی تعلیمی مدت تو کبھی نہ چاہیئے تھی جس مدت کو آپ طے کرتے اور اس مرحلے سے فارغ ہوتے۔ لیکن اس موقع پر جو اہم بات آپ سے کہنی ہے وہ یہ ہے کہ اگر آپ نے اس کا مفہوم یہ سمجھ لیا کہ ہم تعلیم سے فارغ ہوگئے، اب ہمیں تعلیم و تربیت کی کوئی ضرورت نہیں، تو بلا کسی حجاب اور تردد کے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آپ نے کچھ بھی نہیں سیکھا اور آپ کا ادارہ اپنے مقصد میں بالکل ناکام ہے، اور ہم لوگ بالکل ناکام ہیں لیکن جیسا کہ مجھے یقین ہے کہ آپ نے فارغ ہونے کا یہ مفہوم نہیں سمجھا ہے بلکہ فارغ ہونے کا مفہوم آپ کے نزدیک بھی یہ ہے کہ آپ اس قابل ہوگئے کہ کتابوں کو ہاتھ لگا سکیں، اور حسب ضرورت ان سے استفادہ کرسکیں بلکہ یوں کہا جائے کہ آپ کو اب علم کے حاصل کرنے کی کنجی دے دی گئی تو زیادہ صحیح ہوگا، آپ اس کنجی کے ذریعے ہر قفل کھول سکتے ہیں، اور علم کے خزانے اپنے پاس جمع کرسکتے ہیں، آپ اس کنجی کو جتنا ہی استعمال کریں اسی قدر وہ کام دیتی چلی جائے گی۔

ہر نصاب کی ایک خصوصیت ہوتی ہے۔ اگر وہ نصاب اپنے فارغ شدہ طلبار کے اندر اس احساس کو پیدا کردے یعنی جہل کا اعتراف، شاید یہ لفظ بعض کانوں کو نامانوس معلوم ہو لیکن مجھے اس لفظ پر اصرار ہے جسے لوگ ذوق علمی سے تعبیر کرتے ہیں، اگر آپ کے اندر یہ احساس پیدا ہوگیا ہے تو آپ کامیاب اور قابل مبارکباد ہیں، اور میں آپ کے ادارے کو مبارکباد پیش کرتا ہوں اس کے بعد اس مختصر وقت میں اپنے جانے والے بھائیوں کو میں صرف تین باتوں کی طرف متوجہ کرتا ہوں۔

اخلاص

پہلی چیز اخلاص ہے آپ کسی بڑے سے بڑے بزرگ یا جس کا نام آپ دنیا میں روشن پاتے ہیں اگر آپ اس کی زندگی کا مطالعہ کریں گے تو اس کی زندگی کے تعمیر میں اخلاص کو ایک اہم عامل پائیں گے آپ دیکھیں گے اس کی ہر چیز کو اخلاص نے دوام بخشا ہے آپ ملا نظام الدینؒ کو دیکھ لیجئے جن کا درس نظامی آج صرف ہند و پاک ہی میں نہیں بلکہ دنیا کے گوشے گوشے میں قائم ہے اور باوجود کوششوں کے اپنی جگہ سے ہلایا نہیں جاسکا۔ محض ان کی علمیت کی بنا پر ایسا نہیں ہوا بلکہ ان کے ساتھیوں میں اور ان کے معاصرین میں بہت سے ایسے اشخاص تھے جو علم و فضل میں اور وجاہت و ذکاوت میں اگر بڑھے ہوئے نہیں تو ان کے ہم پلہ ضرور رہے ہوں گے۔ لیکن کیا بات ہے کہ آج ملا نظام الدینؒ تو زندہ جاوید ہیں لیکن ان کے معاصرین کا تذکرہ اگر آتا ہے تو ان کے سلسلے ہی میں آتا ہے، اگر آپ غور کریں اور ان کی زندگی کا مطالعہ کریں تو ان کی پشت پر اخلاص کی وہ زبردست قوت کارفرما پائیں گے جس نے ملا نظام الدینؒ کو قیامت تک کے لیے زندہ جاوید بنا دیا، بات صرف اتنی تھی کہ انھوں نے پڑھنے کے بعد یہ محسوس کرلیا کہ انھوں نے کچھ بھی نہیں سیکھا ہے اور انھوں نے اپنے زمانے کے ایک ایسے امی شخص کو جو گوشۂ گمنامی میں اودھ کے ایک چھوٹے سے گمنام گاؤں "بانسہ" میں اخلاص کا سرمایہ لیکر پڑا ہوا تھا اس سے اپنے آپ کو متعلق کرلیا، اگر ملا نظام الدینؒ چاہتے تو بہت سے ایسے بھی خدا کے بندے ان کو مل سکتے تھے جو اپنے وقت کے امام تصور کئے جاتے تھے، لیکن ملا نظام الدین نے اپنے آپ کو ایک ایسے شخص کے سپرد کیا جس کی شہرت اگر ہوئی تو ملا نظام الدین کے ذریعے سے ہوئی۔ بہرصورت اس کی اگر مثالیں دی جائیں تو سینکڑوں مثالیں ملیں گی۔

جذبۂ قربانی

دوسری بات جو ہمیں آپ سے کہنی ہے وہ ایثار و قربانی ہے ایثار و قربانی اور عزم یہ وہ طاقت ہے کہ اگر افراد میں ہوتی ہے تو انھیں ثریا تک پہنچا دیتی ہے۔ اور اگر کسی ادارہ یا قوم کے اندر پیدا ہوجاتی ہے تو دنیا اس کے سامنے جھک جاتی ہے اور اس کی بالادستی کو تسلیم کرنے پر مجبور ہوتی ہے۔

جوہر ذاتی

اس کے بعد جو تیسری بات ہے وہ جوہر ذاتی ہے۔ انسان کا ذاتی جوہر اور اس کی قابلیت ہی وہ چیز ہے جو ہر وقت اور ہر زمانے میں اس کی ترقی کا واحد ذریعہ ہے، اگر آپ نے ان تینوں چیزیں یعنی اخلاص، جذبۂ قربانی اور جوہر ذاتی کو حاصل کرلیا ہے تو آپ کے لیے زمانہ بالکل نہیں بدلا ہے اور ہر وقت آپ کے لیے چشم براہ ہے، لیکن ان صفات سے اگر کوئی خالی ہے تو وہ جہاں بھی جائے گا اور جس جگہ کی بھی سند یا ڈگری اس کے پاس ہوگی، حالات کو بدلا ہوا اور اپنے مخالف پائے گا، پھر میں کہتا ہوں کہ اگر آپ نے یہ صفات اپنے اندر پیدا کرلیں تو آپ کے لیے عالمگیر کا زمانہ، نظام الملک طوسی کا زمانہ اور امام غزالی، امام رازی، امام ابن قیم اور امام ابن تیمیہ کا زمانہ آج بھی منتظر ہے، اور وہ آپ کے لیے واپس ہوسکتا ہے، یہ غلط ہے کہ زمانے میں کوئی جگہ خالی رہتی ہے۔ کبھی زمانے میں ایسا نہیں ہوا کہ کوئی جگہ پہلے سے خالی ہو اور کسی کے لیے منتظر ہو کہ جب وہ شخص فارغ ہوگا تو اس کو وہ جگہ مل جائے گی۔ زمانہ "بقائے اصلح" کا قائل ہے، وہ بہت ہی حساس اور نقاد ہے وہ صالح کے بجائے اصلح اور نافع کے بجائے انفع کو ترجیح دیتا ہے لہٰذا اگر آپ کے اندر یہ چیزیں ہیں تو ہر وقت زمانہ آپ کا ہے اور آپ کے لیے منتظر ہے۔ زمانہ کا شکوہ دراصل اپنی کمزوری کی چھپانے کی کوشش اور احساس کہتری کی علامت ہے دنیا نہیں بدلی ہے ہم بدل گئے ہیں، زمانہ آج بھی وہی ہے جو پہلے تھا، تبدیلی صرف ہمارے اندر پیدا ہوئی ہے۔

آخری بات

اگر ہمارے سامنے یہ تصور اور یہ خیال نہ ہوتا تو یقیناً ہمارے لیے اس زمانے میں قطعاً یہ جائز نہ تھا کہ ہم کسی ایک مسلمان بچے کو اس کے ماں باپ سے الگ کرکے ایسی تعلیم دلاتے جس کی دنیا میں بظاہر کوئی قیمت نہیں لیکن یہی تین باتیں ہیں، اخلاص، جذبۂ قربانی اور جوہر ذاتی، جس کی وجہ سے ہم کو پورا پورا حق حاصل ہے کہ صرف ایک دار العلوم ندوۃ العلماء ہی نہیں بلکہ ہندوستان میں دار العلوم دیوبند، مظاہر العلوم سہارن پور اور اس طرح کے جتنے بھی ادارے قائم ہیں وہ قائم رہیں اور ترقی کریں۔ ہمیں امید ہے کہ ہمارے وہ طلبا جو ہم سے رخصت ہو رہے ہیں وہ اپنی آنے والی زندگی میں ان اصولوں کو اپنائیں گے اور وہ طلبا جنھیں ابھی موقع حاصل ہے اور وہ کچھ سال یہاں گزاریں گے زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں گے اس کے ساتھ ہمیں اپنے رخصت ہونے والے بھائیوں سے یہ امید ہے کہ وہ اپنے دار العلوم سے ہر حال میں تعلق رکھیں گے اور اس کو اپنا نصب العین بنائیں گے۔

خود شناسی!

یاد رکھئے جو خود اپنی نگاہ میں ذلیل ہوجائے اس کو کوئی باعزت نہیں بنا سکتا، اور جو خود اپنے کو اپنی نظر سے گرا دے، کسی کو اس کی بالکل ضرورت نہیں کہ اس کو اپنے دل یا آنکھوں میں جگہ دے، جس کی گنجائش خود اپنے یہاں نہیں ہے اس کی گنجائش کون دوسرے مکان میں نہیں ہے، اس زمین نقد، دل سمٹتی اور پھیلتی ہے، اور اس کی وسعت گھٹتی اور بڑھتی ہے آدمی کو یہ دیکھنا چاہئے کہ اس نے اپنے کو اپنے دل میں کیا مقام دیا ہے اور اس کا معاملہ خود اپنی ذات کے ساتھ کیا ہے اگر کسی نے اپنے کو ذلیل و حقیر، مجبور و بے بس اپنی مدت و بے بضاعت اور دنیا کے بازار میں بے قیمت و بے ضرورت سمجھ لیا ہے، تو اس کو دنیا سے کسی التفات اور کسی اعزاز کی توقع نہیں کرنی چاہئے۔

(طالبان علوم نبوت کا مقام ص ۱۹)

امام اعظم ابوحنیفہؒ کی زندگی کا ایک اہم پہلو

(۲)

جیبب الرحمن ندوی

ارشادات تفصیل کی گنجائش نہیں اس لیے صرف چند اقوال نقل کئے جاتے ہیں جن سے امام صاحب کا نقطۂ نظر معلوم کرنا کچھ مشکل نہیں، شاگردوں سے خطاب ہے "خدا نے علم کا جو حصہ تم کو دیا ہے اس کے احترام کو باقی رکھنا علم کو جس نے دنیا کے لیے سیکھا وہ علم کی برکت سے محروم رہا ایسے آدمی کے دل میں نہ علم جاگزیں ہوتا ہے اور نہ اس سے دوسروں کو فائدہ پہونچتا ہے۔"

امام ابو یوسفؒ کو جو تحریری ہدایتیں لکھوائیں اس میں یہ الفاظ بھی ہیں "بادشاہ اگر تم کو عہدۂ قضا پر مقرر کرنا چاہے تو پہلے دریافت کر لو کہ وہ تمہارے طریقۂ اجتہاد سے موافق بھی ہے یا نہیں ایسا نہ ہو کہ سلطنت کے دباؤ سے تم کو اپنی رائے کے خلاف عمل کرنا پڑے۔"

کوفہ کا گورنر ابن ہبیرہ امام صاحب سے دربار میں آنے کی درخواست کرتا ہے۔ امام صاحب اس کے جواب میں اپنے مسلک کی وضاحت کرتے ہیں۔

"تم سے مل کر کیا کروں گا۔ مہربانی سے پیش آؤگے تو خوف ہے تمہارے دام میں نہ آجاؤں، عتاب کروگے تو میری ذلت ہے۔ تمہارے پاس جو زر و مال ہے مجھ کو اسکی حاجت نہیں۔"

مشہور عباسی خلیفہ ابوجعفر منصور کے سامنے عرض کرتے ہیں۔

"قاضی اس شخص کو ہونا چاہئے جو آپ کے خلاف بھی فیصلہ کرنے کی ہمت رکھتا ہو۔ آپ کے خلاف بھی آپ کے بال بچوں کے خلاف بھی۔ آپ کے سپہ سالاروں اور فوجی افسروں کے خلاف بھی (موفق)

یہ اشعار اکثر پڑھا کرتے تھے۔

عطاء ذی العرش خیر من عطاءکم
وسیبہ واسع یرجیٰ وینتظر
انتم یکدر ما تعطون منکم
واللہ یعطی بلا من ولا کدر

(ترجمہ) عرش والے کی داد و فرش والوں کی داد سے بہتر ہے اس کا ابر کرم فراخ ہے۔ اس سے امیدیں وابستہ ہیں اور اسی کا انتظار کیا جاتا ہے تم لوگ جو کچھ دیتے ہو اسے گدلا کر دیتے ہو مگر خدا جو دیتا ہے اس میں نہ احسان جتانے کی اذیت ہے اور نہ کسی قسم کی کدورت۔

حرف آخر

اس تفصیل کا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ درس و افتا کی زندگی کے ساتھ ساتھ تجارت کرنا بھی ناممکن نہیں۔ خصوصاً اہل علم حضرات کے لیے تو ذریعہ معاش کا سب سے بہتر وسیلہ تجارت ہے کیونکہ خودداری، عزت نفس اور علمی وقار کے تحفظ کے لیے اور کوئی راستہ ہوتا تو یقیناً امام صاحب اس سے صرف نظر نہیں کر سکتے تھے۔

افسوس آج ملت اسلامیہ کا وہی طبقہ جو درس و افتا کی زندگی بسر کر رہا ہے تجارت کرنے اور باعزت ذریعۂ معاش تلاش کرنے کے بجائے دوسروں کا دست نگر بن کر زندہ رہنے پر قانع نظر آرہا ہے۔ بات کڑوی ضرور ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ہم صرف امام ابوحنیفہؒ کی تقلید کا دم بھرتے ہیں ان کی زندگی سے کوئی سبق حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔

امام صاحب نے اپنی روزی حاصل کرنے کے لئے تجارت کی مگر علم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا، کیوں اسلئے کہ علم کا وقار مجروح نہ ہو۔ اور کسی سے اظہار حق میں کوئی جھجک نہ پیدا ہو۔ میں پوچھتا ہوں کیا علم کے لیے آج بھی اسی عزت و خودداری کی ضرورت نہیں، علم دین کو ذریعہ معاش بنانے کے خلاف میں فتویٰ نہیں دیتا لیکن یہ ضرور کہتا ہوں کہ صرف ملازمت کے لیے دینی علوم کا حصول نفع بخش نہیں اس تلخ حقیقت کا اظہار ہی ضروری نہیں اس کی تبلیغ بھی ضروری ہے کیونکہ ہوسکتا ہے اس سے کچھ لوگوں کی حوصلہ افزائی ہو اور ایسے افراد بھی پیدا ہوں جو بے عوض علم دین کی خدمت کریں۔

اسلاف کا نمونۂ عمل ہمارے سامنے ہے دین کی تبلیغ و اشاعت کا کام اسی وقت زیادہ موثر ثابت ہوا ہے جب وہ دنیوی منفعت کے بغیر کیا گیا۔ ظاہر ہے یہ جذبہ اسی وقت پیدا ہوگا جب حصول معاش کا کوئی دوسرا ذریعہ بھی ہو۔

جرأت مند اور بلند حوصلہ لوگوں کے لیے نہ صرف تجارت کا میدان پہلی اور دوسری صدی ہجری میں خالی تھا بلکہ آج بھی سچے اور ایماندار لوگوں کے لیے یہ میدان خالی ہے۔ لوٹ کھسوٹ اور چور بازاری کی لعنت بھی اسی وقت ہے، جب تک اچھے اور ایماندار لوگ اس میدان میں نہیں آتے اور ان کی صداقت شعاری اور ایمان داری کا عملی سکہ لوگوں کے دلوں پر نہیں بیٹھتا۔

کون ہے جو جاہ و منصب اور دنیوی منفعت کا خیال کئے بغیر صرف اپنا فرض سمجھ کر علم دین کی خدمت کرنے پر تیار ہے؟ یہ امام ابوحنیفہؒ کی زندگی کا ایک بڑا سبق اور ایک بڑی دعوت ہے جو آج بھی ہمارے کانوں سے ٹکرا رہی ہے اور بقول مرزا غالب ؎

"ہے مکرر لب ساقی پہ صلا میرے بعد"

☆ ☆

ہند و پاک کا سب سے پہلا عربی اخبار

الرائد

جو ہر دوسرے ہفتہ دار العلوم ندوۃ العلماء کی عربی انجمن "النادی العربی" کی طرف سے شائع ہوتا ہے۔

الرائد پانچ سال سے برابر نکل رہا ہے۔ اور علمی مقالات ثقافتی خبریں تبصرے عالم عربی و اسلامی کے مختلف علمی، ثقافتی حالات ملک کے عربی داں حلقہ کے سامنے پیش کرتا ہے

صاحب الامتیاز: مولانا محمد رابع صاحب ندوی ادیب اول دار العلوم ندوۃ العلماء

بدل اشتراک: ہند و پاک سے سال بھر کیلئے ۴/- روپے

غیر ممالک سے ۶/-

پتہ: دفتر الرائد دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ یوپی

ہند و پاک کا واحد عربی ماہنامہ

البعث اسلامی

جو ۸ سال سے برابر شائع ہو رہا ہے

○ التوجیہ الاسلامی ○ انتقاد نائی صور الاسلام ○ الفقہ الاسلامی والمشکلات الحدیثۃ ○ فی رحاب العارفین ○ علم النفس فی خدمۃ الدعوۃ ○ العالم الاسلامی وغیرہ

البعث الاسلامی عالم عربی میں وقعت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور وہاں کے دینی اخبارات و رسائل اکثر اس کے مضامین نقل کرتے ہیں

چندہ سالانہ چھ روپے | فی پرچہ ۱۲ آنے

زیر ادارت: محمد الحسنی | سعید الاعظمی

تھوڑی دیر اہل حق کے ساتھ

محمد یونس نگرامی

(۱)

حضرت امام فخرالدین رازی اپنے وقت کے بہت بڑے عالم تھے انھوں نے تقریباً ہر موضوع پر کتاب لکھی ہے ان کی تفسیر "تفسیر کبیر" خاص اہمیت رکھتی ہے۔

امام صاحب کا عہد اور سلطان شہاب الدین غوری کا زمانہ ایک ہی تھا۔ ایک مرتبہ برسر منبر وعظ کہتے ہوئے امام صاحب نے شہاب الدین غوری سے کہا۔ "اے دنیا کے بادشاہ نہ تیری سلطنت باقی رہے گی اور نہ رازی کا تملق و نفاق ہم سب کو خدا کے پاس واپس جانا ہوگا" راوی کا بیان ہے کہ شہاب الدین غوری دیر تک روتا رہا۔ "روضۃ البہیہ ص ۱۰"

امام ہی صاحب کا ایک دوسرا واقعہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ آپ ہرات تشریف لے آئے تو ایک مرد صالح سے ملاقات ہوئی تو اس نے کہا آپ کا سرمایہ فخر علم ہے لیکن خدا کی معرفت آپ نے کیسے حاصل کی امام صاحب نے فرمایا سو دلیلوں سے، اس مرد صالح نے کہا کہ دلیل کی ضرورت تو شک کے زائل کرنے کے لیے ہوتی ہے لیکن خدا نے میرے دل میں ایسی روشنی ڈال دی ہے کہ اس کی وجہ سے میرے دل میں شک کا گذر ہی نہیں ہوسکتا ہے کہ مجھ کو دلیل کی ضرورت ہو۔ امام صاحب کے دل میں اس کلام نے اثر کیا اور اسی مجلس میں اس مرد صالح کے ہاتھ پر توبہ کی اور خلوت نشین ہوگئے۔ راوی کا کہنا ہے کہ یہ مرد صالح شیخ نجم الدین کبریٰ تھے

(مفتاح السعادۃ ج ۱ ص ۴۵۰ و ۴۵۱)

(۲)

ایک مرتبہ ابوحازم حضرت عمر بن عبدالعزیز کی خدمت میں تشریف لائے تو حضرت عمرؓ نے فرمایا کچھ نصیحتیں فرمائیے۔

ابوحازم نے جواب دیا۔ اے خلیفہ لیٹ جاؤ اور یہ تصور کرو کہ موت تمہارے سر پر کھڑی ہے پھر یہ غور کرو تم اس وقت کیا پسند کروگے بس اسی چیز کو پکڑ لو اور جس چیز کو موت کے وقت ناپسند کرو اس کو ہمیشہ کے لیے چھوڑ دو، ہوسکتا ہے کہ قیامت قریب ہو۔

"منقول از حضارۃ الاسلام"
(شمارہ ربیع الآخر ۱۳۸۳ھ ص ۱۵۰)

(۳)

حضرت امیر معاویہؓ کی فرمائش پر حضرت ضرار بن ضمرہ نے ان کے سامنے حضرت علی کے حالات بتاتے ہوئے فرمایا۔ اے امیرالمومنین حضرت علی اس دنیا اور اس کی جگمگاہٹ کو ناپسند کرتے تھے رات کی تاریکی سے محبت تھی۔ ہمیشہ موٹا پہنتے اور موٹا کھاتے۔

میں نے اکثر ان کو دیکھا جب کہ رات ڈھلنے پر ہوتی اور ستارے ڈوبنے کے قریب ہوتے وہ اپنی داڑھی پکڑے ہوئے اور بے چینی کی حالت میں روتے ہوئے کہتے "اے دنیا تو میرے پاس آئی ہے حالانکہ میں تجھ کو تین طلاقیں دے چکا ہوں۔ جا میرے علاوہ کسی اور کو دھوکے میں ڈال تیری عمر بہت تھوڑی ہے۔ تیرا عیش بہت حقیر ہے لیکن تیرا فتنہ بہت بڑا ہے، ہائے افسوس کہ زادراہ کچھ بھی نہیں ہے۔ سفر طویل ہے اور راستے نامانوس ہیں۔

راوی کہتا ہے کہ یہ سن کر امیر معاویہؓ اتنا روئے کہ ان کے آنسوؤں سے ان کی داڑھی تر ہوگئی

(صفۃ الصفوۃ لابن الجوزی ج ۱ ص ۱۲۲)

(۴)

ایک مرتبہ ابن سماک ہارون رشید کے دربار میں تشریف لائے تو تھوڑی دیر بعد ہارون رشید نے پانی طلب کیا جب خادم نے پانی حاضر کیا تو ابن سماک نے فرمایا، اے امیرالمومنین ذرا ٹھہر جائیے اور بتلائیے کہ اگر اس وقت آپ کو یہ پانی نہ دیا جائے تو آپ اس کو کتنے میں خریدیں گے ہارون رشید نے جواب دیا اپنی نصف بادشاہت سے جب ہارون رشید پانی پی چکا تو ابن سماک نے پھر فرمایا اے خلیفہ اگر اس پانی کو آپ کے بدن سے نکلنے سے روک دیا جائے تو اس کے نکالنے پر آپ کیا خرچ کریں گے۔ ہارون نے جواب دیا اپنی پوری بادشاہت، اس پر ابن سماک نے فرمایا اے امیرالمومنین جس ملک و سلطنت کی قیمت ایک گھونٹ پانی اور پیشاب ہو وہ تو اس لائق ہے کہ اس پر کوئی زیادہ توجہ نہ کی جائے۔ یہ سن کر ہارون رشید دیر تک اشک بہاتا رہا۔

(تاریخ الخلفاء السیوطی طبع جدید ص ۲۹۲)

نئی کتابیں

محمد اسحاق خاں ندوی

سوانح حضرت مولانا عبدالقادر رائپوریؒ

از مولانا سید ابوالحسن علی ندوی

سیرت سید احمد شہیدؒ، تاریخ دعوت و عزیمت، تذکرہ مولانا فضل الرحمن گنج مرادآبادیؒ، سیرت مولانا الیاس صاحبؒ کے مؤلف کی یہ تازہ کتاب عصر حاضر کی معروف دینی شخصیت، روحانی مربی حضرت مولانا عبدالقادر صاحب رائپوریؒ کے حالات زندگی، ان کے دینی مقام، انداز تربیت، توازن و جامعیت، خلوص و محبت اور شیخ کا تاثر کے ایمان افروز تذکرہ پر مشتمل ہے۔ چونکہ مصنف کو خود صاحب سوانح سے ارادت و تعلق ہے اس لیے کتاب کا ایک ایک جملہ پر تاثیر ہے۔ قیمت ۸/- روپے۔ کتابت طباعت معیاری، ناشر: مکتبہ اسلام۔ لکھنؤ ۳

بین التصوف والحیاۃ

از مولانا عبدالباری ندوی

مولانا عبدالباری صاحب ندوی (سابق استاد فلسفہ و دینیات عثمانیہ یونیورسٹی حیدرآباد) کی مشہور اردو کتاب "تجدید تصوف و سلوک" کا یہ عربی ایڈیشن ہے عربی میں تصوف کے تعارف اور اس کی پر زور وکالت کی حامل یہ پہلی کتاب ہے، اس حیثیت سے اس کتاب کی اہمیت کئی گنا بڑھ گئی ہے — عربی ترجمہ مولانا محمد رابع صاحب ندوی استاذ ادب دار العلوم ندوۃ العلماء نے کیا ہے جو نہایت سلیس اور رواں ہے۔ یہ کتاب مکتبہ دار الفتح دمشق نے شائع کی ہے۔

الرسالۃ المحمدیہ

از مولانا سید سلیمان ندوی

پیش نظر کتاب "خطبات مدراس" کا عربی ترجمہ ہے ان خطبات کی علمی و دینی افادیت کے پیش نظر مولانا محمد ناظم صاحب ندوی (استاذ جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ) نے انھیں عربی میں منتقل کیا، اسکا پہلا ایڈیشن "الرسالۃ المحمدیہ" کے نام سے قاہرہ سے شائع ہوکر عربی داں حلقوں میں خاصا مقبول ہوا۔ اب یہ دوسرا ایڈیشن مکتبہ دار الفتح دمشق نے بڑے اہتمام سے شائع کیا ہے۔

تاریخ کے دریچے سے

اورنگ زیب کی عدالت

عبید اللہ کوثی ندوی

ہمارے انگریز کرم فرماؤں نے اس میں تو کامیابی حاصل کر ہی لی کہ ہندوستان کے مسلم دور حکومت کو سیاہ و بدصورت ثابت کر ڈالیں، لیکن شبلی، ان کے تلامذہ اور بعض دوسرے اہل قلم منصف مزاجوں نے نقاب الٹ ہی دی اور روز روشن کی طرح یہ واضح کر دیا کہ بے چارے یہ لوگ ظالم و ستمگر ہرگز نہ تھے سابق صدر جمہوریہ ہند ڈاکٹر راجندر پرشاد نے تو مسلم دور حکومت پر تبصرہ کرتے ہوئے اپنی کتاب انڈیا ڈوائیڈڈ میں یہاں تک لکھ دیا ہے کہ، مسلمان بادشاہوں نے ہندو مندروں اور مٹھوں کے لیے اوقاف قائم کیے اچھے دیندار ہندوؤں اور ذی علم پنڈتوں کو جاگیریں عطا کیں ۔ بہر حال اس سارے ذکر اذکار سے مسلم عہد حکومت کی تفصیل بیان کرنا مقصود ہرگز نہیں مجھے تو صرف اس بات کی طرف متوجہ کرنا ہے کہ یہی حال مسلمان بادشاہوں میں اورنگ زیب کا بھی تھا اس بیچارہ کو تو جتنا زیادہ بدنام کیا گیا ہے تاریخ نے بتا دیا ہے کہ وہ اتنا ہی عادل اور انصاف پرور تھا اس میں جہاں اور بہت سی خوبیاں تھیں اور زندگی کے سیکڑوں شعبوں میں جس طرح وہ عدل و انصاف کے دیئے جلاتا اور رعایا پروری کے کام کرتا رہا ان کو تو یہاں چھوڑ ہی دیجئے ذرا اس کے اخلاق اور کردار کا اس وقت مطالعہ کیجئے جب وہ انصاف کی کرسی پر بیٹھا اور امیر و غریب ظالم و مظلوم سب اپنی اپنی کہنے آئے مصنف رقعات عالمگیری لکھتا ہے کہ عالمگیر دن میں دو مرتبہ دیوان عام کیا کرتا تھا اور مطلق رکاوٹ کسی دادخواہ کو نہ ہوتی تھی (ص ۲۵۰) ڈاکٹر جیلی کیری نے عالمگیر کو اس وقت دیکھا جبکہ اس کی عمر ۷۰ برس کی ہو چکی تھی اور حال یہ تھا کہ وہ دربار میں

"صاف ململ کی پوشاک پہنے ہوئے عصائے پیری کے سہارے امیروں کے جھرمٹ میں کھڑا ہوا تھا، دادخواہوں کی عرضیاں لیتا جاتا اور بلا عینک پڑھ کر اپنے ہاتھ سے دستخط کرتا جاتا، اس کے بشاش چہرے سے صاف مترشح تھا کہ وہ اپنی مصروفیت سے نہایت شاداں و فرحاں ہے۔"

(تاریخ القفشن ص ۳۰)

لیکن یہی عالمگیر جس نے ظلم و ستم کی بیخ کنی میں اپنی ساری توانائی اور مظلوم کا حق دلانے کے لیے اپنی ہر ممکن کوشش کی جب بات خود اس پر آجاتی اور کوئی خود اسی کے ساتھ ظلم کر بیٹھتا تو اورنگ زیب اسے معاف کر دیتا چنانچہ ۱۰۸۳ھ کا واقعہ ہے بادشاہ بقر عید کے دن نماز پڑھ کر عیدگاہ سے واپس آرہا تھا کہ یکایک ایک شخص نے اس پر اپنی لکڑی سے حملہ کر دیا؛ لکڑی عالمگیر کے زانو پر پڑی اور فوراً ہی حملہ آور گرفتار کر لیا گیا "ظالم و ستمگر" عالمگیر نے بجائے اس کے کہ اس شخص کا کام تمام کرتا اسے چھوڑنے کا حکم دے دیا اور اس حملہ آور کی جان عالمگیر کے دامن عفو میں محفوظ ہو گئی،" اور کچھ ایسا ہی واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جبکہ اورنگ زیب تخت نشین ہوا یعنی ۱۰۶۹ھ کا سال تھا، عالمگیر دلی کی جامع مسجد سے نکلا ہی تھا کہ ایک شخص نے اس پر اپنی تلوار سونت لی لیکن خدا کا کرنا کہ قبل اس کے کہ تلوار عالمگیر کے سر پر آرہے لوگوں نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور چاہا کہ تلوار کا تجربہ حملہ آور ہی پر کر ڈالیں مگر عالمگیر نے روکا اور اپنے قاتل کے لیے ۸ آنے روزینہ مقرر کر دیے ۔ (مآثر عالمگیری)

عالمگیر کے چہیتے بیٹے کام بخش پر ایک مرتبہ کسی نے قتل کا الزام لگایا معاملہ عالمگیر تک پہنچا، عالمگیر نے خود فیصلہ کرنے کے بجائے ایک دوسری عدالت کو حکم دیا کہ اس کی مکمل تحقیقات کی جائے ۔ ایک شخص کوکا کام بخش کی حمایت میں آیا ۔ عالمگیر نے مع کوکا کے کام بخش کو دربار میں بلایا اور حکم دیا کہ کام بخش اور کوکا دونوں کو اس وقت تک قید خانہ میں نظر بند رکھا جائے جب تک کہ عدالت اپنا فیصلہ نہ سنا دے ، چنانچہ اس کی تعمیل کی گئی ۔

عالمگیر نے اپنے عہد حکومت میں سوائے دو چار جرائم کے جسمانی سزاؤں کو یک قلم موقوف کر دیا تھا عدالتی فیصلوں میں عہدہ و منصب کا کچھ خیال نہ کرتا ۔ یہاں تک کہ اس بارے میں اس کا کردار اتنا روشن اور واضح ہے کہ لین پول مصنف سوانح عالمگیر جس نے عالمگیر کی حمایت کے رنگ میں عالمگیر کو کافی بدنام کرنے کی کوشش کی ہے اس کے قلم سے بھی درج ذیل خیالات صفحہ قرطاس پر آئے بغیر نہ رہ سکے وہ لکھتا ہے :-

"مغل اعظم کا عدل دریائے اعظم ہے بچے تلے انصاف سے وہ عموماً تجویز کرتا ہے کیونکہ شہنشاہ کے حضور میں سفارت امارت اور منصب کی کچھ نہیں چلتی بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ آدمی کی اورنگ زیب اس مستعدی سے بات سنتا ہے جس طرح بڑے سے بڑے امیر کی" یورپ کی مخالفانہ نکتہ چینی اورنگ زیب کے چال چلن پر اسی زمانہ تک ہے جب تک کہ وہ شہزادہ تھا لیکن وہ سیاح جس وقت اس کے زمانہ شہنشاہی کا حال لکھتے ہیں تو سوائے کلمات تحسین کے اور کچھ نہیں لکھتے ۔ اس کی پچاس برس کی دراز عہد حکومت میں کوئی ظالمانہ فعل بھی اس کے خلاف ثابت نہیں ہے!

اورنگ زیب کو ادائے حقوق کا خیال اس حد تک تھا کہ اس نے ایک مرتبہ ملک کے گوشہ گوشہ میں یہ فرمان جاری کیا کہ اگر کہیں کسی کا کوئی حق بادشاہ کے ذمہ ہو تو وہ اپنے علاقہ کے سرکاری وکیل کے پاس اپنا مقدمہ لے جائے اور ثبوت پیش کرے اگر اس کے فراہم کردہ دلائل سے یہ ثابت ہو گیا کہ وہ اپنے مقدمہ میں حق بجانب ہے تو بادشاہ اس کے مطابق عمل کرے گا اور حق کو صاحب حق تک پہنچائے گا ۔ یہ ۱۰۸۴ء کا واقعہ ہے ۔ سورت کے چند تاجروں نے اپنے ایک حق کے سلسلہ میں اپنا مقدمہ مقامی وکیل تک پہنچایا اور ساتھ ہی اپنے دیار کے حاکم کی شکایت کی کہ اس نے ان کا حق دلانے میں اب تک کوتاہی کی ہے ۔

عالمگیر کو بھلا کب چین آتا اس نے تحقیقات کے بعد فوراً ادائیگی حق کے احکام جاری کیے ..... اور حکم دیا کہ اس علاقہ کے کمشنر کو کسی دوسری جگہ منتقل کر دیا جائے ۔

بقیہ کلام خیر الانام

چیز کا انتظار نہ باقی رہے ۔ اس کے بعد اگر محض کیفیت ایمانی بڑھانے یا تائید مزید حاصل کرنے کے لیے کوئی مصلحت عقلی بھی تلاش کرے تو کوئی مضائقہ نہیں؟"

(باقی آئندہ)

بقیہ کتب خانے کی سیر

ہمایوں کی واضح اور مدور تحریر شاہ جہاں کی کھلی کھلی اور بانکی تحریر اور جہانگیر کی رواں دواں مگر خوبصورت تحریر ان سب تحریروں میں امتیاز پیدا کرنے کے لیے تحریر کے ماہر ہونے کی بالکل ضرورت نہیں ۔

دیوان کامراں کا نادر نسخہ بھی اسی کتب خانے کی زینت ہے جسے دیکھ کر شہزادوں کی بدنصیبی کی تصویر آنکھوں کے سامنے پھر جاتی ہے ۔

ایک تاثر

مجلس تحقیقات شرعیہ وقت کی ایک اہم ضرورت

از: خیر الحسن صدیقی ندوی

اسلام ایک ہمہ گیر اور جامع مذہب ہے جو ہر دور اور ہر زمانے کے تقاضوں کو پورا کرتا رہا ہے، نہ تو اس قدر محدود ہے کہ دیگر مذاہب کی طرح زندگی کے مختلف گوشوں پر حاوی نہ ہو اور نہ اس میں اس قدر وسعت ہے کہ ثقافت و کلچر کے نام پر ہر قسم کی خرافات کو اس میں داخل کر دیا جائے اور وہ بجائے فوز و فلاح کا داعی ہونے کے فسق و فجور کا داعی بن جائے ۔

دنیائے اسلام کے عہد سے (ساڑھے تیرہ سو سال کے عرصہ میں) اب تک مختلف رنگ بدلے اور اس میں برابر تغیر و تبدل ہوتا رہا، لیکن یہ صرف اسلام ہی کا اعجاز ہے کہ وہ ہمیشہ تر و تازہ رہا اور ہر زمانہ اور ہر دور کے لیے سازگار رہا، مخالفین نے بھی اس کے قوانین کی جامعیت کا اعتراف کیا اور اس کے سامنے جبین نیاز ٹیک دی ۔

چونکہ اسلام کے اصول و ضوابط فطری ہونے کے ساتھ جامع بھی ہیں، اس بنا پر ہر دور میں جدید حالات و مسائل کا حل بآسانی اس میں تلاش کر لیا گیا جیسا کہ حضرت عمرؓ بن خطاب نے اپنے زمانہ کے بعض جدید مسائل کا حل قرآن و سنت کی روشنی میں تلاش کیا اسی طرح حضرت عمرؓ کے بعد جب بھی جدید حالات و مسائل سے قوم کو سابقہ پڑا تو علماء امت نے اصول و قواعد کی روشنی میں ان کا حل تلاش کر کے قوم کی رہنمائی کے فرائض انجام دیئے دور حاضر نے بھی بہت سے جدید مسائل پیدا کر دیئے ہیں جن میں غور و فکر کر کے کسی نتیجہ پر پہونچنا لازمی ہو گیا ہے، اسی طرح بعض قدیم جزئی مسائل پر عمل درآمد سے ان کا اصل مقصد فوت ہو رہا ہے اور نئے سرے سے ان کے موقع و محل کے تعین کی ضرورت ہے ۔

اس میں شک نہیں کہ متفرق طور پر بعض علماء امت نے اپنی سابقہ روایات کو برقرار رکھتے ہوئے اس امر کی طرف توجہ کی ہے لیکن اجتماعی طور پر اب تک اس جانب کوئی قدم نہیں اٹھایا گیا تھا جبکہ عرصہ سے مذہبی حلقوں میں یہ ضرورت شدت کے ساتھ محسوس کی جا رہی تھی کہ جدید حالات نے دنیا کا جو نقشہ مرتب کر دیا ہے اور اس کی وجہ سے جو جدید مسائل قوم کے سامنے رونما ہو گئے ہیں، ان کے بارے میں قوم کو اسلام کی واضح ہدایت اور رہنمائی حاصل ہو اور اس کے سامنے مسائل پر علماء امت کا متفقہ فیصلہ واضح طور پر آجائے ۔

بڑی مسرت کی بات ہے کہ علماء امت نے اس ضرورت کا احساس کیا اور یکم ستمبر ۶۳ء کو مولانا ابو الحسن علی حسنی ندوی کی دعوت پر منتخب علماء کا ایک اجلاس ندوۃ العلماء میں منعقد کیا گیا جس میں جدید مسائل کو حل کرنے کے طریقہ کار پر غور و خوض ہوا اور پھر متفقہ طور پر یہ طے پایا کہ علماء کی ایک ایسی کمیٹی بنائی جائے جو جدید مسائل کا حل تلاش کرنے کے لیے جد و جہد شروع کر دے ۔ چنانچہ جلیل القدر علماء امت کی سیادت میں مجلس تحقیقات شرعیہ کا قیام عمل میں آیا جسکے کنوینر اتفاق رائے سے مولانا تقی امینی صاحب منتخب ہوئے جنھوں نے بڑی سرگرمی سے اس کام کو شروع کر دیا ۔

"تعمیر حیات" کے پچھلے شمارہ کے مطالعہ سے پتہ چلا ہے کہ بیمہ پر تحقیق کا جو کام مولانا موصوف نے شروع کیا تھا وہ مکمل ہو چکا ہے اور جلد ہی ضابطہ کی کارروائی ہو کر مجلس کا فیصلہ قوم کے سامنے آجائے گا ۔ *

* اسی طرح مجلس سے وقتاً فوقتاً ایک ایک، دو دو مسائل پر تحقیق ہو کر ضابطہ کی کارروائی کے بعد قوم کے سامنے آتے رہیں گے ۔

فی الحقیقت مجلس تحقیقات شرعیہ وقت کی ایک اہم ضرورت ہے جس کی طرف علماء امت کا اپنی توجہ مبذول کرنا قابل صد ستائش ہے ۔

میں اللہ تعالیٰ سے دست بدعا ہوں کہ وہ اس مجلس کو خاص و عام ہر ایک کے لیے مفید و کارآمد بنائے اور اس کے ذریعہ موجودہ دور کی قومی و ملی ضرورتیں پوری ہوتی رہیں ۔ آمین ۔

"ایک مرد باخدا اور اسکی روشن داستان"

از: عبد المنان فر متعلم دار العلوم ندوۃ العلماء

ایک مرد باخدا اور اسکی روشن داستان
آجتک قوموں میں جسکا ذکر ہے ورد زبان

میں سناتا ہوں تمھیں اہل وطن وہ داستاں
فخر جس پر کر رہے ہیں آجتک اہل جہاں

ہو رہے تھے اہل ہندستان پر ظلم و ستم
چھا چکا تھا ہند کے مطلع پہ ابر درد و غم

ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملتے تھے کہیں اہل کرم
زندگی کی کشمکش میں تنگ تھے سب شیخ و کم

پھر اٹھا اک مومن جسکا ٹیپو نام تھا
راہ حق میں جان دیدینا اسی کا کام تھا

دشمنوں نے بارہا نرغے میں اپنے لے لیا
پھر بھی ان سے بچ نکل جانا اسکا کام تھا

ہند کے ذروں کو بخشیں اس نے وہ تابانیاں
دور کی جن کی چمک نے ظلمت ہندستاں

خوب اسکا عزم تھا اور خوب تھا ذوق عمل
راہ ناہموار میں پیدا ہوئیں آسانیاں

اک وزیر بے وفا نے کر دیا برہم نظام
دشمنوں نے ہاتھ میں لے لی حکومت کی زمام

گلشن ہندوستاں کی لٹ گئی رونق تمام
میر جعفر کی بغاوت آئی انگریزوں کے کام

خرمن باطل کے حق میں وہ شرر بنکر رہا
ظلمت عالم میں وہ مثل قمر بن کر رہا

مشکلیں جو کچھ پڑیں ان کو بآسانی سہا
دشمنوں کیواسطے وہ نیشتر بن کر رہا

دشمنوں میں ہر طرف سے مرد حق جب گھر گیا
جاتے جاتے ہم سبھوں کو اسطرح کہہ کر گیا

بہتر ہے صد سالہ گیدڑ سے وہ یک سالہ اسد
حق کی خاطر جو جیا اور حق پہ پھر جو مر گیا

آج بھی وہ شیر زیر میسور میں خوابیدہ ہے
سارے عالم کی نگاہوں سے مگر پوشیدہ ہے

کتب خانے کی سیر

بانکی پور کا کتب خانہ — خدابخش لائبریری پٹنہ

(۲)

شاہ محمد شیر عطا ندوی

یہاں تاریخ خاندان تیموریہ کا ایک نہایت نادر انتہائی مطلا اور نفیس نسخہ بھی ہے، مصوری اور صناعی کے لحاظ سے یہ کتاب آرٹ کا ایک بے بہا خزانہ ہے، اس کے کم از کم ۱۳۲ ورق مصور ہیں۔

یہ تصویریں اکبر کے زمانے کے بعض نہایت مشہور مصوروں کے قلم کی ہیں ہر ورق کے نیچے اس مصور کا نام لکھا ہے جس نے یہ تصویر بنائی ہے

اکبر اور جہانگیر کے درباروں میں مصوروں کو بڑی اونچی جگہ ملتی تھی ان میں سب سے زیادہ نامور مصور ایران کے شہر شیراز کا رہنے والا خواجہ عبدالصمد تھا، اس نے ہمایوں کو خطاطی اور مصوری سکھائی تھی، عبدالصمد کو اکبر کے عہد میں بہت بڑا منصب عطا ہوا، اکبر نے اسے شیریں قلم کا خطاب بھی دیا تھا۔ ان تصویروں میں چاہے کوئی تصویر لے لیجیے، ہر ایک میں بس واقعات ہی واقعات دکھائے گئے ہیں۔ ان پر سونے کا کام کیا گیا ہے۔ پھر رنگ برنگ کی مینا کاری سے انھیں مزین کیا گیا ہے۔ یہ ایسے لوگوں کا کارنامہ ہے جن کے پاس وقت کا سوال کچھ اہم نہ تھا بلکہ اپنے آقا کی خوشنودی ہی سب کچھ تھی جملہ تصویروں میں سے وہ تصویریں تیمور کی زندگی سے متعلق ہیں یہ اس تیمور کی تصویریں ہیں جو فتنۂ عالم تھا، یہ تصویریں تیمور کی زندگی کے اس دور سے شروع ہوتی ہیں جب وہ چھوٹا سا بچہ تھا اور ایک معصوم اور نونہال بچے کی طرح اپنے ساتھیوں کے ساتھ کھیلتا تھا، پھر یہ تصویر اس کی موت پر ختم ہو جاتی ہے۔ جبکہ وہ ایک جہاں کا خون اپنی گردن پر لیے اس دنیا سے چلا ہے۔ محاصرے اور لڑائیاں مصوروں کا مرکزی موضوع رہا ہے۔ لیکن جہاں انھوں نے فاتح کے بچپن اور اس کی جوانی، مسجدوں اور باغوں کے پر سکون چار دیواریوں کے اندرونی منظر کو دکھایا ہے جن میں چڑیاں چہچہا رہی ہیں۔ نہروں کا پانی سریلے الاپ کے ساتھ بہہ رہا ہے اور جن میں موذن کی اذان مسلمانوں کو نماز کے لیے بلا رہی ہے، وہاں ان مصوروں نے ان تصویروں میں اپنے قلم کا پورا زور صرف کر دیا ہے اور انھیں ہی جان سے بنایا ہے۔

پھر تاریخ اس فاتح کے بیٹوں پوتوں سے گذر کر بابر کی زندگی اور اس کی مہموں تک لے آتی ہے بابر ان لوگوں میں تھا جن کی ذات میں مشرق اور مغرب دونوں یکجا ہو جاتے ہیں اس لیے سب ہی اس کی صحبت سے لطف اندوز ہوتے ہیں۔ ایک حد درجہ مرصع صفحہ پر اس کے بیٹے ہمایوں کی جشن ولادت کا منظر دکھایا گیا ہے یہ وہی ہمایوں ہے جس کے لیے آگے چل کر خود بابر اپنی جان صدقے میں دینے والا تھا۔ ایک اور رنگین صفحہ پر اس سے بھی زیادہ ایک اہم واقعہ کو پیش کیا گیا ہے۔ یہ شہنشاہ اکبر کی ولادت کا منظر ہے۔ ایک اور شان دار صفحہ پر خود ہمایوں کی زندگی کے ایک خوش نصیب لمحے کی عکاسی کی گئی ہے۔ یہ قلعہ چپانیر کی فتح کی تصویر ہے آخر میں ان رنگین صفحوں سے ایک اور تصویر پیش کی جاتی ہے۔ یہ اکبر کی جوانی کی تصویر ہے اس تصویر میں چتوڑ کے قلعے کے محاصرہ کا منظر پیش کیا گیا ہے۔

اس کتاب پر شاہجہاں کے ہاتھ کی لکھی ہوئی ایک عبارت بھی درج ہے اس میں شاہجہاں نے بتایا ہے کہ یہ تاریخ شاہ بابا کے عہد میں لکھی گئی، شاہ بابا سے مراد شہنشاہ اکبر ہے، شاہ جہاں اپنے دادا کو ہمیشہ اسی پیار کے نام سے یاد کیا کرتا تھا۔

اس کتب خانہ میں حسینی کا شہنشاہ نامہ بھی موجود ہے۔ یہ نفیس اور بے نظیر کتاب سلطان محمد سوم کے نام معنون کی گئی تھی۔ پھر نہیں معلوم کس طرح شاہجہاں کے عہد میں ہندوستان پہنچ گئی۔ یہاں پھر وہ شاہی خزانے میں داخل ہو گئی، اس کتاب پر شاہزادی جہاں آرا بنت شاہجہاں کی تحریر پڑھی جا سکتی ہے۔ جہاں تک معلوم ہو سکا ہے دنیا میں شہنشاہ نامہ کا اور کوئی نسخہ موجود نہیں، اس میں جو تصویریں بنائی گئی ہیں وہ ہندوستانی یا ایرانی قلم سے بالکل ہی مختلف ہیں، ان تصویروں پر بازنطینی اثر نمایاں ہے، ان میں کے بعض مناظر تو عالمی تاریخ سے متعلق ہیں۔ یہاں ہمیں سلطان محمد ثانی (فاتح) کی کمان میں اسلامی فوجیں قسطنطنیہ پر حملہ کرتی نظر آتی ہیں پھر باسفورس سے ان کے گزرنے کا منظر دکھائی دیتا ہے ایک تصویر میں سلطان سلیم عثمانی کو مصر کے آخری عباسی خلیفہ متوکل سے آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا پرچم اور حضور کی ردائے مبارک حاصل کرتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔

یہاں فردوسی کے شاہ نامہ کا ایک شاندار نسخہ بھی ہے یہ نسخہ مشہور ایرانی امیر علی مردان خاں نے شہنشاہ شاہجہاں کے حضور میں بطور نذر پیش کیا تھا جس نے یہ نذر پیش کی ہے اور جس کے حضور میں پیش کی گئی ہے یہ کتاب دونوں کے شایان شان ہے، اسے نہایت حسین طلاکار ایرانی تصویروں سے مزین کیا گیا ہے۔ متن نہایت خوبصورت واضح اور پختہ نستعلیق خط میں سنہری خط کھینچکر چار جدولوں میں لکھا گیا ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ یہ شاہوں کے لائق ۔۔۔ چیز ہے اس کا مسحور کن حسن دیکھنے والوں کو اس کے اپنے ماحول سے اٹھا کر گویا دو سو اسی سال پہلے کی دنیا میں پہنچا دیتا ہے۔ جب یہ کتاب دربار میں اس شہنشاہ کے حضور میں نذر گزاری گئی تھی۔ کہ شان و شکوہ میں اس سے بڑھ کر کوئی شہنشاہ دنیا کے کسی تخت پر نہ بیٹھا ہوگا۔ ۱۹۱۱ء میں دہلی دربار کے موقع پر یہ تاریخی کتاب شاہ جارج پنجم کے سامنے پیش کی گئی تھی۔ اس پر بادشاہ کے دستخط بھی ہیں۔

اس کتب خانہ میں جامی کی کتاب سلسلۃ الذہب کا ایک نسخہ ہے۔ قدر شناسوں کے نزدیک اس نسخہ کی اہمیت بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ خود مصنف کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے اس میں مصنف نے اپنے فرزند کی ولادت کی تاریخ درج کی ہے

جامی کی شہرۂ آفاق کتاب مثنوی یوسف زلیخا بھی یہاں ہے مثنوی کا یہ نسخہ حد درجہ مرصع ہے اس کی سب سے بڑی خوبی یہ ہے کہ مشہور خطاط میر علی ہروی کے قلم کا اعجاز ہے۔ ہروی نے اسے سنہ ۹۳۲ھ میں لکھا تھا۔ عبدالرحیم خان خاناں نے اسے شہنشاہ جہانگیر کے حضور میں پیش کیا تھا۔ مثنوی کا ایک اور نسخہ بھی یہاں موجود ہے جو خطاطی کے نامور استاد میر عماد کے قلم کا کرشمہ ہے اس کے رنگین اور مصور ورق جو اس کتاب کی جان ہیں غیر معمولی حسن اور خوبی کے حامل ہیں۔

اس کتب خانہ میں ایک بڑی ہی نادر چیز ہے کچھ اپنی خصوصیات ہی کی وجہ سے نہیں بلکہ شہنشاہوں سے وابستہ رہنے کی وجہ سے بھی یہ دیوان حافظ کا ایک نسخہ ہے۔ اس کتاب کے حاشیوں پر شہنشاہوں نے جو عبارتیں لکھی ہیں وہ ان حالات کو پیش کر دیتی ہیں جس میں اس چھوٹی سی کتاب سے قسمت کا بھید پوچھا گیا تھا (بقیہ ص پر دیکھیے)

موہول پروجیکٹ

سطح سمندر کے نیچے تین میل گہرا سوراخ کرنے کا منصوبہ

ترجمہ: ضیاء الحسن ندوی

امید و بیم کی کشمکش موہول ایک ایسا منصوبہ ہے جسکے تحت سات میل پانی اور تین میل سخت زمینی چٹانوں سے گزرتا ہوا ایک سوراخ زمین کی اندرونی پرت میں کرنے کا ارادہ ہے، ڈھائی سال قبل برما کے ذریعہ سرخ رنگ کی ایک پرت کو توڑنے میں کامیابی حاصل ہوئی تھی، واشنگٹن میں اس پر بڑی خوشی منائی گئی تھی، لیکن جب سے اب تک یہ کام ایک انچ بھی آگے نہیں بڑھ سکا ہے۔

جو قت کیلیفورنیا اور میکسیکو کے ساحل پر ایک تجرباتی سوراخ کے امکانات کا جائزہ لیا جا رہا تھا اسی وقت اسے انسان کا عظیم ترین ارضیاتی تجربہ" کہا گیا تھا، مارچ ۱۹۶۱ء میں آزمائشی کام اپنے عروج کو پہنچ گیا اور سمندر کی تہہ میں دس سوراخ بنا لیے گئے تھے اب سوراخ کرنے کی مصلحت یہ تھی کہ وہاں زمین کی موٹائی زیادہ سے زیادہ تین میل ہے جبکہ سطح زمین سے اس کی موٹائی تقریباً بیس میل ہے۔ اس دوران سائنسداں ایک دوسرے پہلو پر بھی غور کر رہے تھے، جسکے ذریعہ فرش سمندر کے نرم حصہ کو کاٹ کر اس کے نیچے پائی جانے والی تین میل لمبی موٹی چٹانوں میں سوراخ کیا جا سکتا تھا۔

پیچیدہ مسائل اور رکاوٹ: اس منصوبہ میں بہت سی پیچیدگیاں بھی ہیں جیسے فرش سمندر میں ایک سوراخ کو دوبارہ برمانا، تین میل نیچے تک غوطہ مار سکنے والا جہاز بنانا، برما نیچے لے جانے کیلئے ۳۵ ہزار فٹ لمبی زنجیر بنانا جو پانی کے زنگ لگا دینے والے تخریبی عناصر کا مقابلہ کر سکے۔ جہاز کو کھلے سمندر میں سیدھا قائم رکھنا، برمانے کے لیے مناسب ترین مقام کی تلاش اور تین سال یا اس سے زیادہ عرصہ تک برابر برما سے لیس جہاز فراہم کرتے رہنا وغیرہ۔ اس سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ سوراخ کرنے کے لیے پانی پر ٹھہر سکنے والا ایک مناسب ترین جہاز کیسے تیار کیا جائے۔ اسکا حل یہ نکالا گیا کہ ایک نہایت وسیع تیرتا ہوا پلیٹ فارم بنایا جائے جسکے سہارے خلیج میکسیکو میں سوراخ کیا جا سکے۔ فروری ۶۲ء تک اس منصوبہ کا خاکہ تیار کر لیا گیا۔

دیو پیکر ڈھانچہ: اس منصوبہ کے مطابق پلیٹ فارم کا جو خاکہ بنایا گیا تھا اس سے معلوم ہوا کہ پلیٹ فارم چودہ منزلہ عمارت کے برابر اور دو سو پچیس فٹ بلند ہوگا، کمیشن کے ممبران نے اس کی حرکت پذیری کی صلاحیت نہ ہونے پر تنقید کی لیکن بی اینڈ آر کے ماہرین نے پلیٹ فارم کی تائید کی اور بتایا کہ وہ بہت پائیدار اور قابل اطمینان رہے گا

اخراجات کا تخمینہ: براؤن اینڈ روٹ (جس نے اس منصوبہ کا ٹھیکہ لیا ہے) کے اندازے کے مطابق اس پورے پروگرام پر ۶ کروڑ ۸۹ لاکھ ڈالر خرچ آئے گا۔ اخبارات سے معلوم ہوا ہے کہ گزشتہ سال کے تخمینہ سے موجودہ تخمینہ ۴۰ فیصدی بڑھا ہوا ہے اور ۱۹۵۹ء کے اندازے (ایک کروڑ پچاس لاکھ) کے مقابلے میں یہ ساڑھے چار سو فیصدی زیادہ ہے۔

ایک ضروری اطلاع!

دارالعلوم میں کچھ عرصہ قبل کوئی نظام سفراء و محصلین کا نہیں تھا لیکن خاتمۂ زمینداری اور ریاستوں کے انضمام کی وجہ سے اپنے معتمدین مختلف مقامات پر بھیجنے کا معمول دارالعلوم کو مجبوراً اختیار کرنا پڑا۔ — رمضان المبارک شروع ہونے میں چند دن رہ گئے ہیں۔ اس مقدس مہینہ میں اہل خیر حضرات مختلف مدات (خصوصاً زکوٰۃ) میں رقوم نکالتے ہیں۔ اہل خیر حضرات سے گزارش ہے کہ اس جانب توجہ فرمائیں۔

چنانچہ مولانا الحاج محمد تقی صاحب مظاہری (ناظر کتبخانہ دارالعلوم) سورت اور مضافات سورت کے دورہ پر تشریف لیجا چکے ہیں — اور مولانا محمد ہاشم صاحب بستوی مظاہری سفیر دارالعلوم "احمد آباد، دھولیہ، راجستھان کے دورہ پر تشریف لیجا رہے ہیں — مولوی عبدالرشید صاحب سفیر دارالعلوم مظفر پور، پورنیہ، کشن گنج کے دورہ کیلئے روانہ ہو چکے ہیں۔ — بمبئی کلکتہ، مدراس، بنگلور جانیوالے حضرات جلد یا بدیر روانہ ہونے والے ہیں۔

ان مضافات کے بہیخواہ حضرات سے توقع ہے کہ دارالعلوم کی بیش از بیش مالی اعانت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں اور جن حضرات تک کوئی صاحب نہ پہنچ سکیں وہ براہ کرم اپنی اعانت کی رقوم بذریعہ ڈاک ارسال فرمانے کی زحمت فرمائیں۔

محمد عبدالسمیع
شعبۂ تعمیر و ترقی ندوۃ العلماء

بقیہ نتائج امتحانات

نمبر شمار	درجہ	طالبعلم کا نام	نتیجہ		کیفیت
۱	خصوصی اول	محمد یعقوب	پاس	اول	[illegible]
۲	"	محمد طاہر بہاری	"	"	[illegible]
۳	"	اقبال حسن	"	"	[illegible]
۴	"	وارث علی	"	دوم	[illegible]
۵	"	عبدالقادر	"	"	[illegible]
۶	"	محمد یسین	"	"	[illegible]
۷	"	محمد ضیاء الدین ازہری	"	سوم	[illegible]
۸	"	احمد ابراہیم دخیدار	معتمی		کتاب النحو کتاب الصرف
۹	"	محمد صالح بن ابراہیم	فیل		
۱۰	"	اسمٰعیل بن یوسف			

ماء اللحم

ماء اللحم تن درستی اور توانائی کو بحال کرنے والا ایک طاقت بخش ٹانک ہے۔
یہ خالص اور صحت مند خون کی پیداوار میں مدد دیتا ہے اور اس طرح جسم کے تمام اعضا اور غدودوں کو صحت مند بنائے رکھتا ہے۔

ہمدرد
دہلی، کانپور، پٹنہ